امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 7 نومبر 2018ء بمطابق ربیع الاول 1440ھ شمارہ 9

امریکا کس قسم کی صلح کی کوششوں میں ہے؟

ملا برادر کی رہائی

افغانستان پر کس کا کنٹرول ہے؟

افغان جنگ میں امریکی حالت

کچھ اہم مسائل بارے امارت کا مؤقف

ماسکو کانفرنس امریکا پر کاری ضرب

سیاسی دفتر میں نئے رہنما

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ، فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ، وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ، وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ، وَحَتَّى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيرٍ

ترجمہ:: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جو اللہ کے آگے جھکتا ہے، اللہ اس کو بلند کرتا ہے، وہ اپنے خیال میں چھوٹا اور لوگوں کی نظر میں بڑا ہوتا ہے اور جو غرور کرتا ہے، اللہ اسے نیچا کر دیتا ہے۔ وہ لوگوں کی نظروں میں چھوٹا اور اپنی نگاہ میں کتے اور خنزیر سے بھی ذلیل ہوتا ہے.

فرمان امیرالمومنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

دنیا اور افغانستان کے علمائے کرام کو میرا خصوصی پیغام یہ ہے کہ امریکا اور اس کے حواری تقریباً دیگر تمام شعبوں میں شکست کھا چکے ہیں، اب وہ کوشش کر رہے ہے کہ علمائے کرام کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔ ان کی حیثیت اور بے داغ تاریخ داغ دار کر دی جائے۔ مؤمن عوام کے دلوں اور ذہنوں سے ان کا مقام اور وقار ختم کر دیا جائے۔ علمائے کرام کو بہت ہشیار رہنا چاہیے۔ خدانخواستہ دشمن کسی بھی ملک میں منعقد اجلاس میں ان کی شرکت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھالے۔ یقیناً اس کا نقصان سرزمین اسلام کی آزادی کی کے لیے کی جانے والی کوششوں کو پہنچے گا۔ کیوں کہ دشمن اس جہاد کو افغانستان کی باہمی خانہ جنگی باور کرانا چاہتا ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 7 / نومبر 2018 / ربیع الاول 1440 / شمارہ 9

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

امریکہ کس قسم کی صلح کی کوششوں میں ہے؟	2
فاتح ہلمند ملا عبدالمنان شہید رحمہ اللہ	3
مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کی دردناک شہادت	5
ملا برادر کی رہائی	7
افغانستان پر کس کا کنٹرول ہے؟	9
محترم ملا برادر اخند سے ملاقات	10
مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ	11
شہری ہلاکتوں پر مجرمانہ خاموشی	14
کچھ اہم مسائل بارے امارت کا موقف	15
پیر صاحب کی اپنی حالت پتلی تھی	18
ماسکو کانفرنس امریکا پر کاری ضرب	20
امریکا کا انتخابی ڈرامے پر زور	22
قرآن مجید کا فلسفہ کامیابی اور امارات اسلامی کی فتح	23
سعودیہ کے حالات اور نجات کا راستہ	24
امریکی شکست کی دردناک کہانی	26
امریکا طالبان کے سامنے سرنگوں	28
خاشقجی قتل کا اصل محرک اور ہدف	30
جنوب و مغرب میں دشمن کی سرکوبی	33
سیاسی دفتر میں نئے رہنماء	34
طالبان کی فتوحات	35
ماسکو کانفرنس اور بیرونی میڈیا	36
افغان جنگ میں امریکی حالت	37
انتخابات کا ڈرامہ	38
امریکی حملوں کی تحقیقات	39
قندہار کا قابل فخر کارنامہ	40
جنگی جرائم ستمبر 2018	41
افغانستان نومبر 2018 میں	42

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ: 50 روپے

سالانہ: 500 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40 ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30 ڈالر

بنگلہ دیش: 28 ڈالر

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1

Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine

Web: www.alemarahurdu.com

E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

امریکہ کس قسم کی صلح کی کوششوں میں ہے؟

مسئلہ افغانستان کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی باتیں ایک بار پھر زور و شور سے شروع ہوگئیں ہیں اور امریکہ دنیا کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ گویا وہ افغانستان میں جنگ بندی اور مسئلہ افغانستان کا واقعی ایک سیاسی حل چاہتا ہے۔ ایسا پہلی بار نہیں ہورہا ہے بلکہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر پہلے بھی کئی بار مذاکرات کا یہ ڈھول پیٹا گیا ہے اور جب بھی امارت اسلامیہ کا موقف سامنے آیا ہے یہ باتیں سرد خانے میں چلی گئی ہیں۔ لیکن اس مرتبہ حالات پہلے جیسے نہیں، صرف پروپیگنڈہ نہیں بلکہ واقعی مذاکرات جاری ہیں اور یہ مذاکرات ڈھکے چھپے نہیں بلکہ پوری دنیا کو اس بارے میں معلوم ہے۔

اس سے پہلے امریکہ مختلف طریقوں سے مذاکرات کو موضوع سخن بناتا لیکن چونکہ اس کا ارادہ سچ میں مذاکرات کا نہیں تھا اور نہ ہی وہ اس مسئلہ کو سیاسی طور پر حل کرنے کے موڈ میں تھا اس لئے سوائے گرماگرمی کے اس کے لئے کوئی بھی عملی اقدام نہیں کیا تھا اور نہ ہی وہ طالبان کے ساتھ بالمشافہ بات کرنے کے لئے تیار تھا۔ بجائے اس کے کہ خود طالبان سے مذاکرات کرتا، معقول طریقے سے بات کرتا، وہ کابل کے کٹھ پتلی ادارے کو آگے کرکے خود کو سائڈ پر ہوجاتا تھا۔

لیکن الحمدللہ امارت اسلامیہ کی سمجھدار اور نبض شناس قیادت نے ہمیشہ ان بے فائدہ مجالس اور مذاکرات سے پہلوتہی کیا اور بڑے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ہم امریکہ کے ساتھ مذاکرات کے لئے تیار ہیں لیکن کابل کے کٹھ پتلی اور بے اختیار ادارے کے ساتھ مذاکرات کرکے اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔

امریکہ نے طالبان پر ہر طرف سے دباوڈالا، طرح طرح کا لالچ دیا، دھمکیاں دیں اور اپنے مداری پن کا خوب استعمال کرکے ہر طرح کی کوشش کی تاکہ کسی طرح امارت اسلامیہ کابل ادارے کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھ جائے۔ لیکن خوش قسمتی سے امارت اسلامیہ پر اس دھول دھمکیوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اپنے معقول موقف پر ڈٹی رہی تاآنکہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے امریکہ نے مذاکرات کے لئے طالبان کا مطالبہ مان لیا، انہوں نے مذاکرات میں اپنی طرف سے تیزی دکھاتے ہوئے زلمی خلیل زاد جیسے تجربہ کار اور افغانوں کی تہذیب و ثقافت سے آشنا شخص کو مذاکرات کے لئے منتخب کرلیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ زلمی خلیل زاد صلح کے بارے بھرپور صلاحیت کے حامل ہیں، ان کو ٹاسک دیا گیا ہے کہ چھ ماہ کے اندر اندر طالبان کے ساتھ نتیجے تک پہنچے۔

صلح کے حوالہ سے زلمی خلیل زاد کی کوششیں کافی تیز ہیں اور وہ انہی خطوط پر کام کررہا ہے جو منزل تک پہنچانے والے ہیں، وہ دو مرتبہ بذات خود قطر میں واقع طالبان کے دفتر گئے ہیں، وہاں موجود باصلاحیت افراد کے بات چیت ہوئی ہے، جبکہ اسی غرض سے بعض پڑوسی ممالک کے دورے کررہا ہے اور اس سلسلے میں مدد و تعاون کے لئے خطے کے اہم ممالک کے ساتھ مسلسل رابطے میں ہیں۔ امارت اسلامیہ جس طرح امریکی حملے کے وقت مذاکرات کے ذریعے مسئلہ حل کرنے کی خواہاں تھی بالکل اسی طرح آج بھی اسی جائز اور معقول موقف پر ڈٹے کھڑے ہیں اور جنگ کی بجائے مذاکرات کے ذریعے اس مسئلہ کا حل چاہتی ہے۔

امارت اسلامیہ کی فتح اور دشمن کی شکست سو فیصد یقینی ہے لیکن پھر بھی ایسا نہیں کہ امارت اسلامیہ صرف جنگ کے ذریعے ہی بیرونی غاصبین کو ٹھکانے لگانا چاہتی ہے بلکہ امارت اسلامیہ کا اصل مقصد بیرونی غاصبین سے اپنے ملک و ملت کو آزادی دلانا ہے تو اگر یہ مقصد صلح کی صورت میں جنگ سے ایک دن پہلے بھی پورا ہوجائے تو بہتر ہے اس لئے کہ جنگ میں ہمارے لئے سراسر نقصان ہے۔ ہم ہرگز جنگ نہیں چاہتے بلکہ جنگ ہماری مجبوری ہے۔ تو امارت اسلامیہ امریکہ کے ساتھ مذاکرات کے لئے تیار ہے، اور یہ صرف زبان کی حد تک نہیں بلکہ اس کے لئے عملی اقدامات کرتے ہوئے تب تک مذاکرات کی دوڑ دھوپ میں شریک رہے گا جب تک اسمیں دین، ملک و ملت اور قوم کا فائدہ ہو۔

امارت اسلامیہ کا مذاکرات کے لئے رضامندی پوری دنیا کو معلوم ہے لیکن امریکہ کے مذموم مقاصد اور بعض رہنماوں کے بیانات کی وجہ سے امارت اسلامیہ ان مذاکرات پر بہت زیادہ مطمئن نہیں ہیں۔۔۔۔ آج ہی امریکی ٹیلی وژن پی بی ایس کو انٹرویو دیتے ہوئے زلمے خلیل زاد نے کہا کہ واشنگٹن کو افغانستان میں امن و صلح کی بڑی جلدی ہے، واشنگٹن کو یقین ہے کہ وہ جنگ کے راستے افغانستان میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتا بلکہ وہاں جاری اس جنگ کا حل صرف مذاکرات سے ہی ممکن ہے، اچھا یہی ہوگا کہ افغانستان میں انتخابات سے قبل طالبان کے ساتھ مذاکرات کئے جائیں تاکہ انتخابات میں ان کے نمائندگان بھی حصہ لے سکیں۔ امریکہ چاہتا ہے کہ پھر اس ملک سے ان کے لئے خطرات متوجہ نہ ہو۔

اسی طرح امریکی فوج کے سربراہ جنرل ڈان فورڈ نے چند دن قبل 17 نومبر کو امریکی ہالیفاکس میں ایک کانفرنس میں کہا کہ طالبان حکومتی میدان میں بھی فعال ہیں اور عسکری قوت کے ذریعے انہیں شکست دینا ناممکن ہے۔ موصوف نے مزید کہا کہ افغان جنگ کا طاقت کیذریعہ کوئی حل موجود نہیں، طالبان پر سیاسی، اقتصادی اور عسکری دباوڈالا جائے تاکہ وہ مذاکرات کے لئے تیار ہوجائیں۔

امریکہ کے یہ دونوں رہنما اس بات کا اعتراف کرتے ہیں امریکی عسکری میدان میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتا لیکن نظامی رہنما دباو اور سیاسی رہنما انتخابات میں طالبان کی شرکت کے حوالے ایسا انداز اپنا رہے ہیں کہ گویا یہ کوئی خاص بات ہے یا گویا کہ امارت اسلامیہ صرف ان مادی فوائد کے لئے امریکہ کے ساتھ برسرپیکار ہے۔ جو اس بات کی بڑی واضح دلیل ہے کہ امریکہ کی دال میں کچھ کالا ہے۔

امریکہ کی غرض افغانستان میں جنگ بندی نہیں اور نہ ہی امن و امان کے لئے راہ ہموار کرنا ہے بلکہ وہ اپنی شرمناک شکست کو چھپانے کی ناکام کوششیں کررہا ہے۔ وہ طالبان سے اپنے مطالبات منوانے کے لئے زور اور دباو کا راستہ بھی اپنا رہے ہیں۔ امریکہ کے اقدامات سے یہی لگ رہا ہے کہ وہ واقعی صلح کی بجائے امارت اسلامیہ کو سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ کرنا چاہتا ہے، امریکہ اب بھی یہ خواب دیکھ رہا ہے کہ پہلے امارت اسلامیہ کو نظامی میدان میں کمزور کرے اور پھر صلح کے نام پر ان سے اپنے مطالبات منوائے، لیکن یہ صرف خود کو بہلانا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

امارت اسلامیہ ایک بڑی فکری اور نظریاتی طاقت ہے، اور ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ کسی مادی اور دنیاوی اہداف کے لئے نہیں لڑ رہے بلکہ ان کی لڑائی بیرونی غاصبوں کو اپنی پاک سرزمین سے نکال پھینکنے اور اپنے ملک میں سچا اسلامی نظام نافذ کرنے کے لئے ہے۔ وہ کسی بھی قیمت پر اپنے اس ہدف سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور نہ ہی اس پر کسی کے ساتھ کوئی سودا کرنے کے لئے تیار ہیں۔

امارت اسلامیہ ہوشیار، سمجھدار، صاحب عقل و مدبر قیادت سے بہرور ہے، ایک ایسی قیادت جس کی ساری توجہ صرف جنگ کی جانب نہیں بلکہ وہ جنگ کے ساتھ میدان سیاست کی بھی شہسوار ہے، ایسی قیادت جو، ہر میدان میں اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ سکتا ہے، ماسکو کانفرنس میں طالبان قیادت کی فاتحانہ انداز میں اپنا موقف بیان کرنا اس کی ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ ان شاء اللہ عنقریب جنگی میدان کی طرح سیاسی میدان میں بھی امریکہ اپنی شکست تسلیم کرلے گا اور یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا کہ جنگ کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی طالبان کو شکست دینا ناممکن ہے۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی شکست تسلیم کرلیں اور یہاں سے چلے جائیں۔

ہم امریکی عوام، اقوام متحدہ اور دیگر عالمی اداروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ افغانستان میں جاری اس جنگ کو روکنے اور افغانوں کی اپنی سرزمین میں مختار بنانے کے لئے امریکی حکومت کی غلط پالیسیوں کے خلاف کھڑے ہوکر اسے افغانستان پر ناجائز قبضہ ختم کرنے پر مجبور کرے تاکہ عالمی سطح پر یہ مسئلہ حل ہوجائے اور دونوں اطراف بڑے جانی و مالی نقصانات سے بچ سکیں۔

آج اگر امریکہ اپنی خوشی سے افغانستان سے جانے کے لئے تیار ہوجائے تو امارت اسلامیہ اسے پرامن راستہ دینے کے لئے تیار ہے لیکن اگر وہ یہ چانس مس کردیتا ہے تو اس کے نقصانات زیادہ ہوں گے اس لئے کہ دھکے و دیگر ذلت و رسوائی کے ساتھ نکلنا یقینی ہے، پھر کف افسوس ملنے سے کچھ بھی نہ ہوگا۔

فاتح ہلمند ملا عبد المنان شہید رحمۃ اللہ علیہ

سیف العادل احرار

امارت اسلامیہ کے قیام سے اب تک 24 سالہ انقلابی تحریک کے مختلف ادوار میں بہت سے مشہور، دلیر اور ہیروز نے بہادری اور شجاعت کی تاریخ رقم کی ہے۔ ملا محمد شہید۔ ملا مشر شہید۔ ملا بور جان شہید۔ ملا داد اللہ شہید سمیت ہزاروں شہداء کی ایک طویل فہرست ہے۔ ایک زمانہ ان کی قربانیوں کا معترف ہے۔ امریکی جارحیت کے بعد جہادی تحریک کی نشاط ثانیہ کے دور میں بھی ہزاروں مجاہدین اور دلیر کمانڈرز نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ قربانی کی اس تحریک کے سر خیل عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ کا سانحہ ارتحال بھی رونما ہوا۔ ملا اختر محمد منصور شہید نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ فاتح قندوز ملا عبد السلام اخوند اور قابض برطانوی فوجیوں کے قاتل ملا داد اللہ اخوند بھی راہ حق میں کامیاب ہوئے۔ 2 دسمبر کو ایک اور مجاہد تاریخ کا حصہ بن گئے۔ صوبہ ہلمند کے لیے امارت اسلامیہ کے گورنر اور بہادر کمانڈر ملا عبد المنان اخوند کو قابض امریکی فوج نے ضلع نوزاد میں ڈرون طیارے کے ذریعے شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صوبہ ہلمند امریکی جارحیت کے خلاف مجاہدین کا مضبوط ٹھکانہ سمجھا جاتا ہے۔ ہلمند افغانستان کا رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہلمند ہے۔ یہاں مجاہدین نے سابقہ دور میں برطانوی استعمار کے ہزاروں فوجیوں کو قتل کیا تھا۔ امریکی جارحیت کے بعد برطانوی حکام نے امریکا سے مطالبہ کیا کہ صوبہ ہلمند ان کے حوالہ کریں، جہاں وہ اپنے اجداد کا بدلہ لیں گے۔ 2002 میں ہلمند میں ہزاروں برطانوی فوجیوں نے مضبوط فوجی اڈے قائم کیے۔ جس کے خلاف بہت جلد مزاحمت شروع ہوئی۔ ملا داد اللہ اخوند نے برطانوی فوج کی خوب درگت بنائی۔ ان پر خوف ناک حملوں کا سلسلہ شروع کیا۔ جب برطانوی فوجی بے بس ہو گئے تو امریکا سے مدد کی اپیل کی۔ جس کے بعد ہزاروں امریکی فوجیوں نے ہلمند کے مختلف اضلاع میں مضبوط فوجی اڈے قائم کیے۔ سیکڑوں ایکڑ زمین پر مشتمل شوراب فوجی بیس میں تمام جدید ہتھیاروں سمیت ہزاروں امریکی فوجیوں کو تعینات کیا گیا۔ ملا داد اللہ اخوند کی شہادت کے بعد ملا عبد المنان اخوند نے یہ کمانڈ سنبھالتے ہوئے مزاحمت کا سلسلہ مزید تیز کر دیا۔ افغانستان میں ہلاک ہونے والے ہزاروں قابض فوجیوں میں سے نصف سے زیادہ صرف ہلمند میں نشانہ بنے۔ برطانیہ نے ہلمند کو جہنم کا نام دیا تھا۔ بی بی سی نے اس حوالے سے ایک خصوصی رپورٹ بھی شائع کی اور برطانیہ میں برطانوی فوجیوں کے لیے مصنوعی ہلمند تیار کیا گیا۔

ملا عبد المنان اخند کا اصل نام ملا محمد رحیم تھا۔ انہوں نے پچاس سال قبل ہلمند کے ضلع نوزاد کے گاؤں 'فرہاد' کے ایک دین دار گھرانے میں آنکھ کھولی۔ انہوں نے بچپن میں دینی تعلیم شروع کی۔ جب فساد برپا ہوا تو اس کے خلاف ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں دینی مدارس کے طالبان نے جہاد شروع کیا تو ملا عبد المنان بھی اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ وہ کابل فتح کرنے کے بعد کابل کے 'اضواجہ رواش' ایئر پورٹ کے ذمہ دار مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ہرات ہوائی اڈے اور پھر شین ڈنڈ ایئر پورٹ کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی۔ ان کا شمار اہم کمانڈروں میں ہوتا تھا۔ وہ مضبوط ارادے کے مالک تھے۔

ملا عبد المنان اخند امارت اسلامیہ کے دور میں ہمیشہ فوجی آپریشنوں میں حصہ لیتے اور فرنٹ لائن میں دشمن کے خلاف لڑتے۔ وہ عسکری امور کے ماہر اور جنگ کے تجربہ کار کمانڈر تھے۔ انہوں نے مغربی، جنوبی اور شمالی صوبوں کی کئی جنگوں

میں حصہ لیا۔ وہ قندوز کی ایک لڑائی میں شدید زخمی ہوگئے۔ جب افغانستان پر امریکی جارحیت کے خلاف جہاد کا نیادور شروع ہواتو پہلے چار سالوں میں ہلمند میں جہادی عمل نسبتا کمزور تھا۔ یکم اگست 2005 کوامارت اسلامیہ کی قیادت نے ملا عبدالمنان اخند کو صوبہ ہلمند کے لیے جہادی مسئول مقرر کردیا۔ مختصر عرصے کے دوران انہوں نے شجاعت اور تدبیر کے ساتھ پورے صوبے میں جہادی تحریک کو منظم کیااور مزاحمتی تحریک میں نئی روح پھونک دی۔ ضلع گرمسیر سے لے کر نوزاد تک ہلمند کے طول و عرض میں قابض فوج کے خلاف کھل کر جارحانہ حملوں اور بڑی کارروائیوں کا آغاز کیا۔ حتی کہ ایک سال بعد برطانوی فوج ہلمند کو اکیلے کنٹرول کرنے میں ناکام ہوگئی۔ چناں چہ امریکی فوج سے مدد طلب کی گئی، جس پر ہزاروں امریکی فوجی ہلمند میں تعینات کیے گئے۔ ملا عبدالمنان اخند نے 2008 تک صوبہ ہلمند میں جہادی تحریک کی قیادت کی۔ مزاحمت تیز کرنے کے لیے حکمت عملی تبدیل کی۔ اسی سال وہ کسی ضرورت کے تحت پاکستان گئے تو پاکستانی حکام نے انہیں گرفتار کرلیا۔ جس پر وہ کئی سال پاکستان میں قید رہے۔ جیل سے رہائی کے بعد انہیں ایک بار پھر ہلمند کے جہادی رہنما کے طور پر مقرر کیا گیا۔ اس وقت ہلمند کے تمام اضلاع نوزاد، موسی قلعہ، سنگین، کجکی، مارجہ، ناد علی، باباجی، گرمسیر، خانشین اور صوبائی دارالحکومت لشکر گاہ کے مضافات میں امریکی فوج نے مضبوط فوجی اڈے قائم کیے تھے۔ ہر گاؤں میں چیک پوسٹیں قائم تھیں۔ افغان فوج، پولیس اور لیویز اہل کاروں کو بھی تعینات کیا گیا تھا۔

دوسری بار بھی ملا عبدالمنان اخند نے ہلمند کے طول و عرض تک مزاحمت کا دائرہ وسیع کردیا۔ گزشتہ چند سالوں میں شمالی، جنوبی اور سب سے زیادہ مرکزی علاقوں تک فتوحات کا سلسلہ بڑھادیا۔ ہلمند کو 95 فیصد فتح کرکے دوردراز علاقوں سے قابض فوج کا صفایا کردیا۔ موسی قلعہ، نوزاد، سنگین، خانشین سمیت دیگر اضلاع مکمل طور پر آزاد کرا کے وہاں امن قائم اور اسلامی نظام نافذ کیا۔ جب کہ صوبائی دارالحکومت لشکر گاہ کے گرد گھیرا تنگ کردیا۔ وہ گزشتہ تین سال سے محاصرے میں ہے۔

گزشتہ چند سالوں میں ملا عبدالمنان اخند نے شجاعت کی نئی تاریخ رقم کی۔ وہ ملاداداللہ اخند کے واقعی جانشین ثابت ہوئے۔ وہ خود صف اول میں لڑتے تھے۔ ایک بار کسی معرکے میں فوجی اڈے پر مجاہدین نے حملہ کیا تو ملا عبدالمنان اخند نے آواز لگائی کہ اس برج میں میں کھڑا ہوں۔ خیال کرو اس برج پر حملہ نہ کریں۔ مجاہدین حیران ہوگئے کہ وہ کب وہاں پہنچ گئے۔ دشمن اور خاص طور پر ان کے شدید مخالف جنرل عبدالجبار قہرمان نے بھی ان کی شجاعت اور جوان مردی کی تعریف کی ہے۔ وہ اللہ پر توکل رکھتے تھے۔ وہ خوف کا نام تک نہیں جانتے تھے۔ ان کی پیچیدہ حکمت عملی اور جنگی مہارت کے نہ صرف مجاہدین قائل تھے، بلکہ دشمن نے بھی اعتراف کیا تھا۔ وہ ہمیشہ مجاہدین کے درمیان رہتے۔ ملا عبدالمنان شہید مجاہدین پر اچھی گرفت رکھتے تھے۔ انہوں نے مجاہدین کی صف کو نہایت منظم کیا تھا۔ ان کا نام سن کر دشمن کے اہل کار کانپتے تھے۔ انہوں نے دس سال تک امریکی فوجیوں کے خلاف معرکہ لڑا۔ ان پر ہزاروں حملے کیے۔ دشمن نے ان کو نشانہ بنانے کے لیے کئی بار کوشش کی۔ وہ ہر بار بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے۔ شہادت کے دن وہ رات کو 9 بجے گریشک سے نوزاد جارہے تھے کہ راستے میں امریکی ڈرون طیارے نے ان کی گاڑی پر میزائل داغا۔ جس میں وہ جام شہادت نوش کر گئے۔ ملا عبدالمنان کی شہادت سے وقتی طور مجاہدین ضرور غم زدہ ہوئے، مگر ان کے حوصلوں پر منفی کے بجائے مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ وہ اپنے شہید رہنما کا بدلہ لینے کے لیے دشمن پر تابڑتوڑ حملوں کی تیاری میں ہیں۔ ملا عبدالمنان شہید اپنا مشن ہزاروں تربیت یافتہ مجاہدین کے سپرد کرکے وہ خود سرخ رو ہو گئے۔ ان کے پیروکار یہ ادھورا مشن مکمل کریں گے۔ اللہ تعالی ان کی قربانیاں قبول فرمائے۔ انہیں اپنی جوار رحمت میں اعلی مقام عطاء فرمائے۔ آمین

مولانا سمیع الحق رحمۃ اللہ علیہ کی دردناک شہادت

حسن مومند

مولانا سمیع الحق شہید کی ساری زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ انہوں نے اسلام کی خدمت کے لیے کوئی ایک شعبہ مخصوص نہیں کیا تھا۔ ہر عالم دین کی رحلت دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے غم واندوہ اور دکھ کا باعث ہوتی ہے۔ بعض علماء کو اللہ تعالی نے بلند مقام عطا فرما کر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے وسیع میدان مہیا فرمایا ہوتا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید کی رحلت سے دنیا سوگوار ہوگئی ہے۔ وہ دنیائے اسلام کے بڑے دینی ادارے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم تھے۔ دیوبند ثانی کے نام سے مشہور یہ ادارہ ہر سال سیکڑوں میں علماء تیار کرتا ہے۔ قیام سے آج تک اس جامعہ کے فاضلین زندگی کے تمام شعبوں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا عبدالحق کے صاحب زادے مولانا سمیع الحق شہید بہترین صفات کے مالک تھے۔ حق پرست عالم دین اور بہترین ادیب و قلم کار تھے۔ صاحب بصیرت سیاست دان اور اعلی خطیب و مدرس تھے۔ استعمار دشمنی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جہاد اور مجاہدین کے ساتھ ان کی محبت ظاہر ہے۔ ان کی گفتگو میں استعمار دشمنی جھلکتی تھی۔

آپ میں بہترین قیادت و سیادت، خطابت اور خود اعتمادی، خودداری، ہمدردی موجود ہونے کے ساتھ نہایت بہادری بھی تھی۔ آپ بلند حوصلہ کے مالک، دانش ور، قائدانہ صلاحیتوں سے مالامال اور امت مسلمہ کے درد سے معمور تھے۔ دنیا بھر میں جہاں بھی مسلمانوں پر ظلم وستم ہوتا، آپ اس کے لیے نہ صرف آواز بلند کرتے، بلکہ مسلمانوں کو اس ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کے لیے ابھارتے۔ اللہ تعالی نے انہیں اتنی جرأت و بہادری سے نوازا تھا کہ ہر قسم کے ناموافق حالات میں جہاد اور مجاہدین کی حمایت سے دستبردار نہ ہوئے۔ دارالعلوم حقانیہ قیام کے دن سے علم، سیاست اور جہاد کا مرکز رہا ہے۔ جب مولانا عبدالحق کی وفات کے بعد جامعہ کا اہتمام مولانا سمیع الحق شہید کو دیا گیا تو نہ صرف ان شعبوں کو زندہ و تابندہ رکھا، بلکہ انہیں وہ قوت بخشی کہ دارالعلوم حقانیہ کو دنیا بھر میں شہرت و عظمت مل گئی۔

2001 میں اے آر وائی کے نمائندوں سے بات چیت کے دوران آپ کا کہنا تھا کہ سید احمد شہید نے جن مقامات پر قیام فرمایا تھا، وہاں علم و فیض کے چشمے پھوٹے تھے۔ دارالعلوم دیوبند جس جگہ پر بنا ہے، وہاں بھی سید احمد شہید نے قیام فرمایا تھا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا تھا کہ 'یہاں سے مجھے علم کی خوشبو آرہی ہے۔' پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ اسی جگہ دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ایک عظیم دینی ادارہ بن گیا۔ جس سے آج تک ایک دنیا علمی پیاس بجھا رہی ہے۔ عین اسی جگہ، جہاں دارالعلوم حقانیہ قائم ہے، سید احمد شہید اور ان ساتھی ٹھہرے تھے۔ اسی جگہ ان کا سکھوں سے مقابلہ بھی ہوا تھا۔ سید صاحب کے کچھ ساتھی مجاہدین شہید ہوئے تھے۔ طویل عرصہ بعد عین اسی جگہ جامعہ حقانیہ تعمیر کیا گیا۔ جس سے اب تک لاکھوں طالبانِ علوم نبوۃ اپنی تشنگی بجھا چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے وہ مغرب کی آنکھوں میں کھٹک رہا ہے۔ اللہ تعالی کے خصوصی فضل اور مولانا سمیع الحق کی سبب آج تک اسے کچھ نہ ہوا۔ جامعہ حقانیہ کا نظم وضبط چلانے کے لیے وہ تمام صلاحیتوں کو کام میں لاتے تھے۔ وہ جامعہ کی علمی ترقی کے لیے خصوصی طور پر فکر مند رہتے تھے۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے مختلف علاقوں سے جید علماء جمع کیے تھے۔ جامعہ ہی کے اساتذہ اور طلبا میں سے اکثر ان کے مؤقف کے مخالف ہوتے تھے۔ خصوصا سیاسی معاملات میں اکثر مولانا فضل الرحمن کے مؤقف کے حامی ہوتے ہیں۔ مولانا شہید یہ مخالفت خندہ پیشانی سے قبول کر کے اسے انا کا مسئلہ نہ بناتے۔ وہ ہر مسئلے میں جامعہ ہی کے مفاد کو ترجیح دیتے۔ وہ نہایت وسیع الظرف انسان تھے۔

وہ جامعہ کے مہتمم ہونے کے ساتھ اندرون اور بیرون ممالک اکثر سفر پر بھی رہتے تھے۔ کانفرنسوں میں شرکت کر کے ان میں بیانات کرتے۔ مختلف وفود کے ساتھ ملاقاتیں، اپنی تنظیم کی قیادت اور دیگر تنظیموں کی سرپرستی، ملکی و بین الاقوامی مصروفیات، تصنیف و تالیف اور سیاسی مقالہ جات کی ترتیب وتدوین جیسی مصروفیات کے ساتھ ساتھ نہایت کامیاب اور قابل و مستعد استاذ حدیث بھی تھے۔ اکثر اوقات سفر سے واپسی پر سیدھا دارالحدیث تشریف لے جاتے۔ ایسے محققانہ انداز میں سبق پڑھاتے، جس سے طلبہ دنگ رہ جاتے۔ وہ بہترین قلم کار اور صاحب طرز ادیب تھے۔ آپ کا کمال یہ تھا کہ وہ صرف سیاسی یا دینی موضوعات پر نہیں لکھتے، بلکہ ہمہ نوع موضوعات پر خامہ فرسائی کرتے۔ کوئی ایک موضوع ایسا نہیں رہا، جس پر آپ نے کچھ نہ کچھ لکھا نہ ہو۔ 1965 میں انہوں نے ایک ماہنامہ مجلہ 'الحق' کا اجرا کیا۔ شروع دن ہی سے وہ نہایت کامیاب اور علمی و ادبی مضامین سے بھرپور مجلہ ہے۔ اندرون اور بیرون ملک اردو زبان سے واقفیت رکھنے والوں میں کافی مقبول ہے۔ برصغیر کے ممتاز قلم کاروں، ادیبوں، علما، صلحا، مجلات اور روزناموں نے 'الحق' کا

استقبال کیا۔ اسے اسلامی صحافت میں بہترین اضافہ قرار دیا۔ اپنی 53 سالہ زندگی میں الحق نے باطل عقائد کارد، اسلامی تہذیب وثقافت کی حفاظت اور غلط وباطل افکار کے رد میں دنیا بھر کے مسلمانوں میں شعور اجاگر کیا۔ مولانا سمیع الحق نے الحق کے اجرا کے علاوہ دیگر کئی کتابیں لکھیں۔ جنہوں نے عوام و خواص میں مقبولیت پائی۔ تصنیف وتالیف کی اہمیت کے پیش نظر مولانا نے جامعہ میں موتمر المصنفین کے نام سے ایک ادارہ بھی بنایا تھا۔ اس میں کئی علمائے کرام تربیت پاکر بہترین قلم کار بن گئے۔ مولانا سمیع الحق ایک ایسے آفتاب تھے، جس کی روشنی اور ہنر مندی سے ایک دنیا فیض یاب ہوتی تھی۔

مولانا سمیع الحق بلند پایہ محدث اور جید عالم دین مولانا عبد الحق کے صاحب زادے تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد ہی کی آغوش میں تربیت پائی۔ والد ماجد کے قائم کردہ جامعہ میں علوم وفنون پڑھانا شروع کیے۔ ان کی شخصیت نکھارنے میں ان کی عالی نسبت بھی شامل ہے۔ انہیں اللہ تعالی نے اعلی صلاحیت واستعداد سے نوازا تھا۔ نہایت قوی ذہن اور حافظہ دیا تھا۔ بہت سے علمائے کرام انہیں وقت کے انور شاہ کشمیری کے لقب سے یاد کرتے۔ حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب بھی آپ کے بہترین قوت حافظہ کی تعریف کرکے فرماتے کہ 'کاش محنت میری ہو اور حافظہ و ذہانت مولانا سمیع الحق کا ہو۔' انہوں نے کئی ممالک کے اسفار کیے۔ دنیا بھر کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھا۔ مختلف اقوام کی تہذیب وثقافت کو دقت نظر سے دیکھا۔ وہ مختلف مزاج اور مختلف فکر ونظر کے حامل افراد کے ساتھ قریبی تعلقات رکھتے تھے۔ اُن کی تجدد پسندوں کے ساتھ طویل ملاقاتیں رہی ہیں۔ مجال ہے کہ ان پر تجدد کا ذرا بھر بھی اثر ہوا ہو۔ انہوں نے اپنے مسلک ومذہب پر کوئی سمجھوتہ کیا اور نہ ہی اسلاف کے خلاف کوئی قدم اٹھایا۔ وہ امام ابو حنیفہ کا دفاع نہایت جان دار موقف و دلائل کے ساتھ کرتے۔ وہ تدریس اور تقریر کے میدان کے شہسوار تھے۔ ان کے قلم کی کاٹ اور زبان وبیان کی روانی ضرب المثل تھی۔ اجتماعات میں پشتو اصطلاحات استعمال کرکے مجلس کو کافی خوش گوار بنا دیتے۔ وہ اپنی گفتگو میں اشعار، محاورات اور تاریخی واقعات بیان کرتے، جو ان کے ذوق سلیم کی دلیل ہے۔ انہیں عربی، فارسی، پشتو اور اردو کے سیکڑوں اشعار یاد تھے۔ وہ علوم عالیہ اور آلیہ کے حامل تھے۔ وہ اپنی جماعت کے قائد اور طویل عرصے تک سینیٹر رہے۔ تمام جہادی تنظیمیں انہیں اپنا سرپرست مانتی ہیں۔

اس سب کے باوجود وہ ایک منکسر المزاج شخصیت تھے۔ ان میں غرور اور تکبر کا شائبہ تک نہ تھا۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے۔ مجاہدین کو ہر وقت ریاست کے ساتھ بہترین سلوک اختیار کرنے کا مشورہ دیتے۔ جہاد کے دوران بے جا تشدد کے سخت مخالف تھے۔ بے گناہ انسانوں کو تکلیف دینا سب سے بڑا جرم سمجھتے تھے۔ اسے اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا بہت بڑا ذریعہ تصور کرتے تھے۔ مسلمانوں اور مجاہدین کے باہمی اختلافات پر سخت افسردہ ہوتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ سواد اعظم سے کبھی جدا نہ ہوں ورنہ دنیا اور آخرت تباہ ہوں گے۔

امت مسلمہ کی وحدت ان کی دلی تمنا تھی۔ اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کے عادلانہ نظام کا نفاذ ان کی زندگی کی واحد بڑی آرزو تھی۔ وہ حق کی حمایت میں کسی بڑی طاقت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ جب امریکی جارحیت کے آغاز میں جہاد اور مجاہدین کا نام لینا بھی محال تھا، آپ ہی مجاہدین کے لیے ہر درس کے اختتام پر دعائیں کرتے۔ لاکھوں کے اجتماعات میں امارت اسلامیہ کے تین سر کردہ راہنماؤں 'ملا محمد عمر مجاہد، شیخ اسامہ بن لادن اور مولانا جلال الدین حقانی' کے حق میں بیانات کرتے۔ ہمیشہ فرماتے کہ ہماری اور دنیا بھر کے مسلمانوں کی امیدیں طالبان کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مولانا سمیع الحق کی جہاد اور مجاہدین کے ساتھ محبت وعقیدت ہر چیز کی محبت پر غالب تھی۔

اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ سے حد درجہ عشق کی وجہ سے اسلامی دنیا میں جب کسی اسلامی تحریک کو کامیابی ملتی تو اس پر نہایت خوش ہوتے۔ اسلامی دنیا پر حاکم بے دین حکمرانوں سے سخت نفرت کرتے۔ آپ کی دردناک شہادت مسلمانوں کے لیے بہت بڑا نقصان ہے۔ ایک عظیم دینی ادارہ اپنے مخلص متہم اور بہترین منتظم سے محروم ہوگیا۔ علم وعرفان کا ایک باب بند ہوگیا۔ بہت سی مذہبی تنظیمیں اپنے شفیق سرپرست سے محروم ہوگئیں۔ خوشی اس بات کی ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں شہادت کے اعلی مرتبے پر فائز فرمایا۔ مولانا کے جنازے کے لیے اکوڑہ خٹک میں خوشحال خان خٹک کے وسیع وعریض کالج کا انتخاب کیا گیا۔ اس میں توقع سے بڑھ کر لوگوں نے شرکت کی۔ انسانوں کا سیلاب امڈ آیا۔ جس کی وجہ سے لوگوں نے مجبورا اسلام آباد پشاور موٹروے پر نماز جنازہ ادا کیا۔ میڈیا کے مطابق 8 لاکھ لوگوں نے جنازے میں شرکت کی۔ اس اژدحام کی وجہ سے ٹریفک بند ہوگیا۔ ہر ایک یہی کہہ رہا تھا کہ اتنا بڑا جنازہ آج تک نہیں دیکھا گیا۔ اس ملک میں بہت بڑی شخصیات فوت ہوئیں، لیکن کسی کے جنازہ میں اتنی بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت نہیں کی۔ جنازے میں اژدحام کے باوجود کوئی شخص جنازہ پڑھنے سے رہا اور نہ ہی کوئی بد نظمی پیدا ہوئی۔ گویا جو چیز ان کی خواہش تھی، وہ وفات کے بعد بھی ان کے جنازے میں دیکھی گئی۔ آپ اللہ کے محبوب بندے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جنازے میں قریبی علاقوں کے علاوہ بلوچستان، سندھ اور افغانستان سے بھی ایسے لوگوں نے شرکت کی، جن کا آپ کے ساتھ شاگردی کا تعلق تھا۔

اللہ تعالی آپ کے درجات بلند فرمائے۔ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ انہیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ملا برادر کی رہائی

سیف العادل احرار

افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نے ملا عبیداللہ اور ملا برادر اخوند کو اپنا معاون مقرر کر کے قابض فوج کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا۔ تاہم کچھ عرصہ بعد ملا عبیداللہ اخوند گرفتار ہو گئے اور ملا برادر اخوند نے کمانڈ سنبھالتے ہوئے مزاحمتی تحریک میں نئی روح پھونکی۔ انہوں نے افغانستان بھر میں کمانڈروں کو تعینات کر کے مجاہدین کو منظم کیا۔ امریکی و نیٹو فوج کے خلاف مسلح جہاد تیز کیا۔ 2003 میں مزاحمت میں تیزی آئی اور قابض نیٹو فوج پر بم دھماکے اور گوریلا حملے شروع ہوئے۔ اس کے باعث دشمن کے اوسان خطا ہو گئے۔ جس پر ملا برادر اخوند کو گرفتار کرنے کی کوشش شروع کر دی گئی۔

ملا برادر اخوند کا اصل نام ملا عبدالغنی ہے۔ وہ صوبہ اروزگان کے ضلع دہراود میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق پوپلزئی قبیلے سے ہے۔ انہوں نے مختلف دینی مدارس میں اسلامی تعلیم حاصل کی۔ جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو انہوں نے بھی جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مشہور افغان جہادی لیڈر مولوی محمد یونس خالص کی قیادت میں روسی فوج کے خلاف جہاد کیا۔ جب 1994 میں امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں اسلامی تحریک نے ملک میں فساد اور جرائم پیشہ عناصر کے خلاف جہاد شروع کرنے کا آغاز کیا تو ملا برادر اخوند نے بھی اس تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ صف اول کے کمانڈروں میں کھڑے ہوئے۔ جب مجاہدین نے پیش رفت کی اور کابل فتح ہوا تو ملا محمد عمر مجاہد نے تحریک طالبان کا نام تبدیل کر کے امارت اسلامیہ افغانستان رکھ دیا۔ اس تحریک میں ملا محمد شہید، ملا مشر شہید، ملا بورجان شہید، ملا داداللہ شہید، ملا فاضل اخوند اور ملا برادر اخوند نے صف اول کے رہنماؤں کا کردار ادا کیا۔ وہ امارت اسلامیہ کے دور میں نائب وزیر دفاع تھے۔

ملا محمد عمر مجاہد نے 2003 میں انہیں اپنا معاون مقرر کیا تو انہوں نے امریکی جارحیت کے خلاف کمانڈ سنبھالتے ہوئے دوبارہ امارت کو منظم کیا۔ فروری 2010 میں امریکی اور پاکستانی خفیہ اداروں نے انہیں کراچی سے گرفتار کیا اور 8 سال جیل میں گزارنے کے بعد رواں سال 24 اکتوبر کو جیل سے رہا کیا گیا۔ امارت اسلامیہ نے ایک اعلامیے میں ملا برادر اخوند کی رہائی کو اہم کامیابی قرار دیتے ہوئے واضح کیا کہ ان کی رہائی کسی ڈیل کا نتیجہ ہے اور نہ ہی یہ کسی سمجھوتے کے نتیجے میں روبہ عمل آئی ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی بار ان کی رہائی کی خبریں شائع ہوئی تھیں۔ وہ بعد ازاں غلط ثابت ہوئیں۔ 2013 میں پاکستان نے امارت اسلامیہ کے کچھ کمانڈروں اور نچلی سطح کے رہنماؤں کو رہا کر دیا۔ تب امریکا، کابل انتظامیہ اور طالبان کے درمیان قطر میں مذاکرات کی خبریں بھی گردش کر رہی تھیں۔ اس لسٹ میں پہلا نام ملا برادر اخوند کا تھا۔ بعد ازاں پاکستان نے ان کی رہائی سے انکار کر دیا اور کہا کہ امریکی اجازت کے بعد ملا برادر اخوند کو رہا نہیں کیا جا سکتا۔

17 برس کی طویل جنگ کے بعد امریکا نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی

ہے کہ طالبان کے ساتھ براہ راست مذاکرات کیے جائیں۔ افغان تنازع کا فوجی حل ممکن نہیں ہے۔ اس جنگ کے خاتمے کے لیے مذاکرات کے ذریعے سیاسی حل تلاش کرنا ہو گا۔ اسی غرض سے ٹرمپ نے زلمے خلیل زاد کی سربراہی میں افغان تنازع کے پرامن حل کے لیے ایک نمائندہ وفد بھیجا۔ انہوں نے قطر میں طالبان کے سیاسی دفتر کے رہنماؤں کے ساتھ ملاقات کی۔ جب کہ اس سے قبل امریکا کے نائب وزیر خارجہ ایلس ویلز نے بھی سیاسی دفتر کے رہنماؤں کے ساتھ ملاقات کی تھی۔ چوں کہ مذاکرات کے عمل کو کامیاب بنانے کے لیے اعتماد کی فضا قائم کرنا ضروری ہے۔ ماحول کو سازگار بنانے کے لیے خلیل زاد کے سامنے طالبان کے سیاسی دفتر کے رہنماؤں نے ملا برادر اخوند کی رہائی کا مطالبہ کیا، جس پر امریکا نے عمل درآمد کرتے ہوئے پاکستان کو ان کی رہائی کا حکم دیا۔ پاکستان کے دفتر خارجہ کے ترجمان نے بھی تصدیق کی کہ امریکی حکام نے ملا بردار اخوند کو رہا کرنے کے لیے کہا ہے، جس پر 24 اکتوبر کو انہیں رہا کر دیا گیا۔

امارت اسلامیہ کے ذرائع کے مطابق امارت کی قیادت نے اس سے پہلے بھی کئی بار سیاسی رہنماؤں کے ذریعے پاکستان حکام سے ملا برادر اخوند اور دیگر قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا تھا، تاہم ان کا جواب یہ تھا کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ ان کی رہائی کا فیصلہ امریکا نے کرنا ہے۔ اس بار جب خلیل زاد کے سامنے یہ مطالبہ پیش کیا گیا تو انہوں نے پاکستان کو رہائی کا حکم دے دیا۔ دوسری جانب پاکستان کے ایکسپریس، دی نیشن اور دیگر اہم اخبارات نے خبر شائع کی کہ ملا برادر اخوند کو پاکستان نے امریکی حکام اور قطر حکومت کے مطالبے پر رہا کیا ہے۔ ایکسپریس نیوز کے مطابق قطر کے نائب سربراہ اور وزیر خارجہ محمد بن عبدالرحمن الثانی کی قیادت میں ایک وفد نے اسلام آباد کے دورے کے دوران ملا برادر اخوند کی رہائی کا حکم جاری کیا تھا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق ملا برادر اخوند کی صحت تسلی بخش نہیں ہے۔ وہ جیل میں مختلف بیماریوں میں مبتلا رہے ہیں۔ چوں کہ جیل ایک مشقت کا نام ہے، جس میں سہولیات کا فقدان ہوتا ہے۔ جس کے باعث قیدیوں کی صحت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ملا بردار اخوند کی صحت بارے بھی تشویش ناک خبریں شائع ہوئیں۔ تاہم امارت اسلامیہ کے اہم ذرائع کے مطابق ان کی صحت کی حالت تسلی بخش ہے۔ وہ جلد کی معمولی بیماری میں مبتلا ہیں، جس کا آسان علاج ممکن ہے۔ مزید کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔ ان کا علاج شروع ہے اور وہ رو بہ صحت ہیں۔

امارت اسلامیہ کے اعلامیے کے مطابق گوانتاموکے سابق پانچ قیدی رہنماؤں کو قطر کے سیاسی دفتر کا حصہ بنایا گیا ہے۔ یہ ایک اہم پیش رفت ہے۔ ان حالات میں ملا برادر اخوند کی رہائی طالبان کے لیے سیاسی فتح ہے۔ کیوں کہ افغان جنگ کے 17 برس کے دوران پہلی بار امریکا نے غیر مشروط طور پر امارت کے اہم رہنما کو رہا کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ امریکا نے اپنے اصل حریف طالبان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ امریکا نے سترہ برس قبل فوجی طاقت کے بل بوتے پر افغانستان پر حملہ کیا تو تب وہ طالبان کو سیاسی یا فوجی قوت تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں تھا۔ 17 برس کی طویل جنگ کے بعد طالبان کے لیے سیاسی دفتر کا قیام، قیدیوں کا تبادلہ، غیر رسمی کانفرنسوں میں شرکت، طالبان کے ساتھ براہ راست مذاکرات امریکی شکست کا واضح ثبوت ہیں۔ امریکا نے تسلیم کیا ہے کہ افغان تنازع کا فوجی حل ممکن نہیں ہے۔ ہم مذاکرات کے ذریعے اس مسئلے کا حل چاہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں اس نے ملا برادر اخوند کو رہا کیا ہے، جو اہم کامیابی ہے۔

افغانستان پر کس کا کنٹرول ہے؟

محمد بشیر فرہاد

حال ہی میں میڈیا، کچھ اداروں اور تجزیہ کاروں نے اس بات پر بحث شروع کی ہے کہ افغانستان کے کتنے رقبے پر طالبان کا کنٹرول ہے؟ اس حوالے سے مختلف نظریات اور آراء موجود ہیں۔ امریکا کو افغانستان میں طالبان کے خلاف مثبت نتائج نہیں ملے۔ بی بی سی ریڈیو کی خبر کے مطابق امریکی ادارے سیگار نے اعتراف کیا ہے کہ افغانستان میں امریکی آشیر باد سے قائم ہونے والی حکومت کے زیر کنٹرول علاقوں کا دائرہ کم ہے۔ نصف سے زائد رقبے پر طالبان کا کنٹرول ہے۔ سیگار رپورٹ کے مطابق افغانستان کے 402 اضلاع میں سے 226 پر حکومت کا قبضہ ہے۔ دیگر اضلاع پر طالبان کا کنٹرول ہے۔ اس لحاظ سے ملک کے 45٪ فیصد رقبے پر طالبان کنٹرول حاصل کر چکے ہیں۔ سیگار کے مطابق نئی دستاویزات سے حاصل ہونے والی معلومات کے تحت گزشتہ تین ماہ کے دوران 7 فیصد رقبہ حکومت کے کنٹرول سے نکل چکا ہے۔ مستقبل میں دیگر علاقے بھی حکومت کے کنٹرول سے نکل سکتے ہیں۔ سیگار نے انکشاف کیا ہے کہ 49 اضلاع افغانستان کے 12 فیصد رقبے پر مشتمل ہیں۔ یہ مکمل طور پر حکومت کے کنٹرول سے نکل گئے ہیں۔ اسی طرح 132 اضلاع میں حکومت اور طالبان کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں۔

اگرچہ طالبان نے ابھی تک اس حوالے سے رپورٹ یا معلومات شائع نہیں کی ہیں۔ طالبان کے قریبی ذرائع دعوی کرتے ہیں کہ وہ ملک کے 70 فیصد رقبے پر کنٹرول رکھتے ہیں۔ تھوڑی سی مزاحمت پر متعدد صوبوں اور اضلاع پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ وہ امریکی بے رحمانہ بمباری میں شہری ہلاکتوں کے خوف سے رُکے ہوئے ہیں۔ کابل انتظامیہ کے ایک سابق جرنیل امر خیل کا کہنا ہے 'طالبان سو فیصد رقبے پر کنٹرول رکھتے ہیں اور وہ کابل سمیت تمام بڑے بڑے شہروں میں موجود ہیں۔ گزشتہ سال نومبر میں افغانستان میں نیٹو اور امریکی فوج کے کمانڈر نکلسن نے دعوی کیا تھا کہ وہ حکومت کے کنٹرول کا دائرہ 65 فیصد سے 80 فیصد تک بڑھائیں گے۔ رواں سال نومبر میں امریکی ادارے سیگار نے اپنی رپورٹ میں واضح کیا کہ نصف افغانستان پر طالبان کا کنٹرول ہے۔ امریکی، نیٹو اور افغان فوج کی ظالمانہ اور سفاکانہ کارروائیوں کے باوجود کابل انتظامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں کا دائرہ بڑھانے کے بجائے اس میں 14 فیصد تک کمی آئی ہے۔

دوسری جانب مغربی عسکری ماہرین افغانستان کے معاملات پر مسلسل نظر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ افغان فوج کی تربیت اور فوجی صلاحیت بڑھانے پر شکوک ظاہر کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ افغانستان میں امریکی سرمایہ ضائع ہو رہا ہے۔ افغان فوج امریکی کمک کے بغیر طالبان کے حملوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ وہ شفاف حقائق ہیں، جو خود امریکا اور مغرب نے تسلیم کیے ہیں۔ افغانستان کی صورت حال ان کے کنٹرول سے نکل رہی ہے۔ طالبان مضبوط پوزیشن میں ہیں۔ خاص طور پر حال ہی میں طالبان کی مسلسل فوجی کامیابیوں نے کایا ہی پلٹ دی ہے۔ قندھار میں جنرل عبدالرازق اور ہلمند میں عبدالجبار قہرمان کو نشانہ بنانے کے بعد امریکی مؤقف اور منصوبے کو بڑا دھچکا لگا ہے۔ امریکی جنرل اسکاٹ میلر نے بھی اعتراف کیا ہے کہ افغان تنازع کا فوجی حل ممکن نہیں ہے۔ امریکی فوج اس جنگ میں تھک گئی ہے۔

جنرل عبدالرازق نہ صرف قندھار پولیس کا سربراہ تھا۔ بلکہ جنوب مغربی علاقوں میں امریکا اور کابل انتظامیہ کا ایک مضبوط، سفاک اور ظالم کمانڈر تھا۔ لوگ اس سے تنگ تھے۔ اس نے شہریوں پر اتنے انسانیت سوز مظالم ڈھائے تھے کہ انسانی حقوق کی تنظیموں نے بھی اس کو جنگی جرائم میں ملوث قرار دیا تھا۔ وہ مطلق ایک جاہل، ان پڑھ اور ناخواندہ تھا۔ امریکی جارحیت کے ساتھ سپین بولدک میں پولیس کی ایک چوکی کا کمانڈر تھا۔ وہ اس سے پہلے گاڑیاں دھونے کا کام کرتا تھا۔ اس لیے وہ کسی ہنر کا ماہر نہیں تھا۔ وہ کوئی تجربہ کار اور سمجھ دار بھی نہیں تھا۔ وہ فطرتاً ایک ظالم اور سفاک انسان تھا۔ وہ عام لوگوں پر طالبان کے ساتھ تعاون کے جرم کی پاداش میں درندگی کا مظاہرہ کرتا تھا۔ وہ اپنے ان مظالم کی وجہ سے بہت جلد امریکی فوج کے لیے قابل قبول ہو گیا۔ پہلے قندھار فرنٹیئر کور کا سربراہ مقرر کیا گیا، اس کے بعد قندھار پولیس کے چیف اور پھر پورے جنوبی زون کا بے تاج بادشاہ بنا دیا گیا۔

خاص طور پر قندھار کی غیور عوام اور مجاہدین پر اس کے انسانیت سوز مظالم ناقابل فراموش ہیں۔ ظلم اور ستم کے لحاظ سے تمام افغانستان میں اس کی مثال نہیں ملتی تھی۔ اس لیے امریکا نے اسے اپنا خصوصی مہرہ بنایا تھا۔ اس نے امریکی فوج کے لیے ان جرائم کا ارتکاب کیا، جنہیں بیان کرنے سے انسانیت شرما جاتی ہے۔ طالبان کی طرف سے اس کو نشانہ بنانا وقت کے لحاظ سے ضروری تھا۔ امریکی فوج کی ناکامی کے بعد افغان جنگ بلیک واٹر کو ٹھیکے پر دینے کا معاملہ زیر غور ہے۔ بلیک واٹر کے سربراہ ایرک پرنس نے بھی ٹرمپ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ افغان جنگ ٹھیکے پر لینے کے لیے تیار ہیں۔ وہ چھ ماہ میں یہ جنگ کنٹرول کر لیں گے۔ کچھ قابل اعتماد ذرائع کے مطابق جنرل عبدالرازق، رحمت اللہ نبیل (سلامتی کونسل کے سابق سربراہ) بلخ کے کمانڈر عطاء محمد نور، پنجشیر کے امراللہ صالح، ننگرہار کے ظاہر قدیر، حضرت علی، خفیہ ادارے کے سابق معذور سربراہ اسداللہ خالد افغانستان میں بلیک واٹر کے تنخواہ دار مزدور ہیں۔ ان سب کا اس پر اتفاق تھا کہ افغان جنگ بلیک واٹر کو ٹھیکے پر دی جائے۔ ان ارکان میں سب سے اہم مہرہ عبدالرازق تھا۔ اس صورت حال کے پیش نظر اس کی ہلاکت بڑی کامیابی ہے۔ ممکن ہے بلیک واٹر کے منصوبے کو بھی دھچکا لگا ہو۔ توقع ہے بلیک واٹر کا منصوبہ بھی جنرل عبدالرازق کی طرح زمین تلے دب جائے گا۔

اسی طرح عبدالجبار قہرمان بھی ایجنٹ اور کمیونسٹ تھا۔ جب اشرف غنی صدر منتخب ہوئے تو انہوں نے بڑی تعداد میں سابق کمیونسٹ رہنماؤں کو حکومت میں کئی اہم عہدوں پر تعینات کیا۔ ان میں عبدالجبار قہرمان بھی شامل تھا۔ اس نے ہلمند میں طالبان کو شکست دینے کا دعوی کیا۔ وہ بہت جلد بھاگ گیا اور پورے ہلمند پر طالبان نے اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ حکومتی ذرائع کے مطابق ہلمند کے 95 فیصد اراضی پر طالبان کا کنٹرول ہے۔

محترم ملا برادر اخند سے ملاقات

ملا محمد صدیقی

جمعہ کے دن مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد جیسے ہی گھر پہنچا تو موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ اسکرین پر ایک 'رحمت گل' کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ دوست کے ساتھ حال احوال کرنے لگا تو اس نے کہا کہ آپ کو کل دوپہر کا کھانا ہمارے حجرے میں کھانا ہے۔ میں نے اپنی بیماری کی وجہ سے معذرت کی، لیکن دوست نے کہا کہ کچھ مہمان بھی آرہے ہیں۔ ان شاء اللہ آپ اس محفل سے بہت مسرور ہوں گے۔ یہی وجہ تھی میں نے دعوت قبول کرلی۔ اگلے دن گیارہ بجے ایک اور دوست کے ساتھ رحمت گل کے حجرے پہنچ گئے۔ ہمارے علاوہ اور بھی کئی افراد مدعو تھے۔ ہمارے میزبان نے بتایا کہ ابھی کچھ ہی دیر میں ملا برادر اخوند تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر بے انتہا خوشی ہوئی۔ اب سب حاضرین بے تابی سے ملا برادر اخوند کا انتظار کرنے لگے۔ پورے بارہ بجے تین افراد تشریف لائے۔ رحمت گل نے میرے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ ان میں سے جو سفید چادر اوڑھے ہوئے، ہیں یہی ملا برادر ہیں۔

ملا برادر اخوند دائیں طرف سے مہمانوں کے ساتھ فرداً فرداً بغل گیر ہوئے۔ مصافحہ کیا۔ حال احوال پوچھا۔ جب میری باری آئی تو میزبان نے میرا تعارف کرایا تو نہایت محبت سے میرا حال پوچھا۔

مہمانوں سے ملاقات کے بعد مرحوم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ اور دوسرے شہداء کے لیے فاتحہ خوانی دعا کی گئی۔ بعدازاں انہوں نے ساتھیوں سے مختصر گفتگو میں تمام مجاہدین کو ہدایت دی کہ اللہ کے سامنے سجدہ شکر ادا کریں کہ امارت اسلامیہ ابھی تک متحد اور کفار کے خلاف مقدس جہاد میں پہلے کی نسبت زیادہ بہتری دکھا رہی ہے۔ ملا برادر اخوند بہت نرم لہجے میں گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی اسارت بارے کہا کہ مجھے جیل میں سب سے زیادہ تشویش اس بات کی ہوتی تھی کہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کی وفات کے بعد امارت اسلامیہ کا کیا بنے گا؟! مجھے یہ خدشہ لاحق رہتا تھا کہ خدانخواستہ ملا صاحب کے بعد یہ سلسلہ تین چار مہینوں میں ہی مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ اب جب میں جیل سے باہر ہوں تو مجھے اپنے خدشات کے برعکس امارت اسلامیہ کی موجودہ اطمینان بخش صورتِ حال دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ کئی سال بعد جیل میں مجھے ایک ریڈیو دیا گیا۔ اس کے ذریعے میں حالات سے باخبر رہتا تھا۔ ایک دن خبر آئی کہ افغانستان میں شدید حالات کی وجہ سے قریب تین لاکھ افغان شہری بے گھر ہوئے ہیں۔ ہر وقت مختلف کارروائیوں میں عام شہریوں کی شہادتوں کی خبریں آتی تھیں۔ یہ خبریں مجھے ہمیشہ پریشان کیے رکھتیں۔ میں ہمیشہ دست بہ دعا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے خواب دیکھا کہ میں قندھار کے ضلع ژڑی میں موجود ہوں۔ وہاں بہت سے لوگ جمع ہیں۔ وہ مجھ سے امریکا اور اس کی کٹھ پتلیوں کے مظالم بیان کر رہے ہیں۔ وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں؟ میں ان سے کہتا ہوں کہ چلو دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ سب لوگ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ 'یااللہ ہمیں کفار کے ان مظالم سے نجات عطا فرما۔'

پوری محفل ہمہ تن گوش اپنے مجاہد رہنما کی گفتگو سن رہی تھی۔ بعدازاں انہوں نے شہداء کے فضائل بیان کیے کہ 'شہید جنت میں بار بار یہ تمنا کرے گا کہ یااللہ مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج دے، تاکہ پھر شہید کیا جاؤں۔ میری بھی یہی تمنا ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کی خاطر بار بار جیل جانا پڑے تو مجھے قبول ہے۔ البتہ اپنے مقصد اور مشن سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ افغانستان کی سرزمین پر کسی غیر ملکی فوجی کی موجودگی برداشت نہیں کروں گا۔' ملا برادر کی کوشش یہی تھی کہ افغانستان کے تمام علاقوں میں برسرپیکار مجاہدین کے حالات معلوم ہو جائیں۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ساتھی سے اس کے متعلقہ علاقے کے مجاہدین بارے دریافت کرتے۔ ہر ساتھی مختصر طور اپنے علاقے کی صورت حال سے واضح کر دیتا۔ ان کا کہنا تھا کہ آپ لوگوں سے ملاقات سے قبل میرے سر میں درد تھا۔ مجھے فکر تھی کہ ساتھیوں کے ساتھ مجلس کیسی رہے گی؟ جب ملاقات ہوئی ہے تو میرے سر کا درد جاتا رہا۔

ملا برادر اخند بہت ہی متواضع انسان ہیں۔ محفل کے دوران ایک شخص کمرے میں آیا۔ وہ آپ سے ملنے کے لیے آگے بڑھا تو آپ نے کھڑے ہو کر اس سے مصافحہ کیا۔ حالانکہ وہ برابر اصرار کرتا رہا کہ تشریف رکھیں، لیکن آپ کھڑے ہوئے اور بڑی محبت سے ملے۔ تمام مجاہدین اور امت مسلمہ کے نام ان کا پیغام یہ تھا کہ آج تک جس نے جہادی محاذ پر دس دن گزارے ہیں، اب وہ پورا مہینہ لگائے۔ جو لوگ جہاد کی راہ میں دو روپے خرچ کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ دس روپے خرچ کریں۔ یعنی اپنی جدوجہد کو ماضی کی نسبت بڑھائیں۔ امریکا اور اس کی کٹھ پتلی حکومت شکست کے دھانے پر پہنچ چکی ہے۔ ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں، جب ہمیں آزادی کی نعمت میسر ہو گی۔ افغانستان کی زمین پر اللہ کا نظام دوبارہ دیکھنے کو ملے گا۔

مولانا سمیع الحق رحمۃ اللہ علیہ

ابوظہیر شمس

نومبر 2018 میں پاکستان کے دارلحکومت اسلام آباد کے قریب راولپنڈی کے بحریہ ٹاؤن میں عالم اسلام کی نام وَر شخصیت اور دار العلوم حقانیہ کے مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب کو کچھ 'نامعلوم' افراد نے بے دردی سے شہید کردیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

اس میں شک نہیں کہ مولانا سمیع الحق صاحب کی تمام زندگی اسلامی علوم کی ترویج واشاعت۔ تصنیف وتالیف اور سیاسی جدوجہد میں گزری۔ آپ کی شہادت سے طالبان علوم نبوت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ اللہ تعالی آپ کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات قبول فرمائے۔ پسماندگان، شاگردوں، سیاسی رفقا اور آپ کے معتقدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مولانا سمیع الحق شہید جید عالم دین اور مجموعہ کمالات تھے۔ آپ نے ہر فورم پر عام مسلمانوں، علما اور بالخصوص مجاہدین کا مقدمہ جان دار طریقے سے لڑا ہے۔ افغانستان پر سویت یونین کی یلغار سے لے کر موجودہ امریکی جارحیت تک بلاخوف و خطر مجاہدین کی حمایت کے اصولی موقف پر قائم رہے۔ اس حمایت میں کسی جابر کی دھمکی کو خاطر میں لائے اور نہ ہی کسی کے طعن و تشنیع سے مرعوب ہوئے۔ ذیل میں مولانا شہید کے حالات زندگی پر مختصر طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

پیدائش اور تعلیم:

موصوف 1938 میں اکوڑہ خٹک کے ایک دینی گھرانے اخوند خیل میں مشہور محدث اور جید عالم دین مولانا عبد الحق کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ دار العلوم حقانیہ میں آپ کے والد ماجد ہی کے قائم کردہ تعلیم القرآن پرائمری اسکول میں میٹرک تک عصری تعلیم حاصل کی۔ آپ نے میٹرک کے بعد دینی تعلیم کے لیے دار العلوم ہی میں داخل ہو کر مختلف اساتذہ سے کسبِ فیض کیا۔ 1957 میں درس نظامی سے فارغ ہوئے تو مولانا شیر علی شاہ مرحوم کی معیت میں تفسیر قرآن کے لیے مشہور مفسر اور سیاسی راہ نما مولانا احمد علی لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ہی کے ساتھ دورہ تفسیر مکمل کیا۔ ہندوپاک میں مولانا احمد علی لاہوری کا دورہ تفسیر نہایت مشہور تھا۔ مولانا لاہوری کے دورہ تفسیر کے دیگر بہت سے امتیازات کے ساتھ ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ آپ نے تفسیر مولانا عبید اللہ سندھی سے پڑھی۔ انہوں نے برصغیر کی تمام سیاسی، جہادی اور تعلیمی تحریکوں کے بانی ومؤسس شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے تفسیر پڑھی تھی۔ اسی خصوصیت و امتیاز کے ساتھ دورہ تفسیر میں شرکت کرنے کے لیے دور دراز علاقوں سے لوگ آتے تھے۔ مولانا سمیع الحق شہید نے پاکستان اور دیگر علاقوں کے جید علما سے استفادہ کرنے کے ساتھ دنیا کے دیگر علمی جامعات، علمائے کرام اور شیوخ مولانا غور غوشتوی، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے شیوخ سے اعزازی سند بھی حاصل کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا کی سند حدیث بھی عالی تھی۔

تدریس:

1985 میں دار العلوم حقانیہ میں مدرس کی حیثیت سے مقرر ہوئے تو درس نظامی کے ابتدائی اور درمیانی کتب کی تدریس کرتے رہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ دورہ حدیث کی کتابیں بھی آپ کی تدریس میں آگئیں۔ جب مولانا عبد الحق وفات پا گئے تو بخاری شریف کی کتاب المغازی اور ترمذی شریف کی ابواب الاطعمہ بھی آپ ہی پڑھاتے رہے۔ اُس وقت سے شہادت کے لمحے تک حدیث کی یہی کتابیں آپ کی تدریس میں رہیں۔

بیعت:

جب مدینہ منورہ میں مقیم مشہور عالم دین شیخ الحدیث مولانا عبد الغفور عباسی مدنی دار العلوم حقانیہ تشریف لائے تو مولانا سمیع الحقؒ نے ان کی بیعت بھی کی۔

مناصب اور ذمہ داریاں:

آپ اپنے والد ماجد مولانا عبد الحق کی وفات سے شہادت کے دن تک دار العلوم حقانیہ کے مہتمم رہے۔ جامعہ حقانیہ کے ترجمان ماہنامہ مجلہ 'الحق' کے مدیر تھے۔

مدارس کی واحد نمائندہ تنظیم وفاق المدارس العربیہ کے صف اول کے علماء میں سے تھے۔ جمعیت علمائے اسلام (س) کے جنرل سیکرٹری، بعد ازاں مرکزی امیر منتخب ہوئے۔ دفاع افغانستان کونسل کے سربراہ تھے۔ وہ بعد ازاں دفاع پاکستان کونسل کے نام پر تبدیل ہو گئی۔

علمی کام:

درس وتدریس، اہتمام اور دیگر سیاسی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ اردو زبان کے صاحب طرز ادیب اور بہترین مضمون نگار تھے۔ جوانی سے آخر عمر تک تحریر کے میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اپنے والد ماجد مولانا عبد الحق کی زندگی ہی میں ماہنامہ 'الحق' جاری کیا۔ آپ نے مؤتمر المصنفین کے نام سے ایک تالیفی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ جس نے آپ کی زندگی میں مختلف موضوعات پر سیکڑوں قابل قدر تالیفات اصحاب علم ونظر کی خدمت میں پیش کیں۔ علمی اور قلمی خدمات کے ضمن میں رواں سیاسی صورت حال کے حوالے سے جو تبصرے، مضامین اور مقالے لکھے، وہ اس کے علاوہ ہیں۔ آپ کے قلم سے جو کتابیں چھپ کر منصۂ شہود پر آئیں، وہ درج ذیل ہیں؛

1۔ **قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف:** یہ کتاب قادیانیوں کے رد میں ملت اسلامیہ کے مؤقف کو واضح کرنے کے لیے تب لکھی گئی، جب 1973 میں قادیانیوں کے خلاف تمام مسالک نے متفقہ طور پر ملک گیر تحریک چلائی تھی۔ مولانا مفتی محمود، مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں تمام مسلمانوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے اسمبلی کے اندر اور باہر زبردست تحریک چلائی۔ جب اس حوالے سے اسمبلی میں قرار داد لائی گئی تو تمام تر کارروائی کو ضبط تحریر میں لانے کی ذمہ داری مفتی محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق شہید کو دی گئی۔ جدوجہد کا جو حصہ مذہبی مباحث سے متعلق تھا، وہ مفتی محمد تقی عثمانی، جب کہ سیاسی مباحث سے متعلق حصہ مولانا سمیع الحق شہید لکھتے رہے۔ پھر دونوں حضرات کا مرتب شدہ مسودہ مولانا مفتی محمود نے اسمبلی میں پیش کیا۔

2۔ صلیبی دہشت گردی اور اسلام۔ 3۔ کاروان آخرت۔ 4۔ قرآن حکیم اور تعمیر انقلاب۔ 5۔ شریعت بل کا معرکہ۔ 6۔ اسلام اور عصر حاضر۔ 7۔ اسلام کا نظام اکل وشرب۔ 8۔ حقائق السنن، شرح جامع السنن لامام الترمذی۔ 9۔ دعوات حق۔ 10۔ مکاتیب مشاہیر۔ 11۔ خطبات مشاہیر۔

مکاتیب مشاہیر مولانا کے علمی، تاریخی اور ادبی ذوق کا عظیم شاہکار ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ آپ نہایت صاحب استقامت شخصیت تھے۔ اسی سال کی ادھیڑ عمر میں بھی سیاسی اور درسی مصروفیات کے ساتھ علمی اور ادبی ذوق کو اس طور پر تروتازہ رکھا کہ آخر تک قلم وقرطاس کے ساتھ اپنی لازوال دوستی برقرار رکھی۔ اہل علم ونظر کے نزدیک مکاتیب مشاہیر اردو ادب میں شاہکار علمی وادبی اضافہ ہے۔ اگرچہ راقم الحروف کو بالاستیعاب مطالعہ کی فرصت نہیں ملی، لیکن چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کرنے کے بعد جو علمی نکات واضح ہوئے، وہ بڑی کتابوں میں بھی نہیں ملے۔ یہ مکاتیب آٹھ جلدوں پر مشتمل ہیں۔ پہلی جلد میں اپنے والد ماجد مولانا عبد الحق کے نام علمائے کرام کے مکتوبات شامل ہیں۔ یہ جلد پاکستان میں علمائے کرام کی سیاسی جدوجہد کے زریں دور کی بہترین تصویر پیش کر رہی ہے۔ دوسری جلد سے پانچویں جلد تک خود مولانا شہید کے نام معاصر علماء اور ادیبوں کے مکتوبات شامل ہیں۔ چھٹی جلد افغانستان کے جہاد کے لیے مخصوص ہے۔ اس میں جہادی راہنماؤں کے مکتوبات اور چند جہادی شخصیات کی زندگیوں پر مضامین بھی لکھے گئے ہیں۔ ساتویں جلد میں بیرون ممالک کے علماء اور مقتدر شخصیات کے مکتوبات، جب کہ آٹھویں جلد میں ضروری توضیحات، ضمیمے اور فوائد شامل ہیں۔ اسی جلد میں جگہ جگہ اپنے مخصوص اسلوب میں علمی نکات سے بھرپور حاشیے بھی لکھے گئے ہیں۔ اس حوالے سے مولانا سمیع الحق شہید جامع شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدمت دین کے لیے بہت سی صفتوں سے نوازا تھا۔ آپ جامعہ حقانیہ کے مہتمم اور روح رواں ہونے کے علاوہ درس وتدریس کے ساتھ سیاسی جدوجہد کی بھی ایک طویل تاریخ رکھتے ہیں۔

مولانا عبد الحق کی وفات کے بعد جامعہ حقانیہ کا اہتمام سنبھالنا معمولی کام نہیں تھا۔ مولانا نے اپنی خداد صلاحیت واستعداد اور بصیرت کی روشنی میں اس منصب کی لاج رکھتے ہوئے نہایت عمدہ طریقے سے اسے سنبھالا۔ مولانا سمیع الحق شہید نے دیوبند ثانی دار العلوم حقانیہ کی تنظیم وانصرام اور جامعہ کی ترقی کے لیے وہی رول ادا کیا، جو حافظ محمد احمد کی وفات کے بعد حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب نے ایشیا کے عظیم ادارے دار العلوم دیوبند کی حفاظت کے لیے ادا کیا تھا۔ اسی محنت شاقہ کی بدولت دار العلوم دیوبند کی شوکت وعظمت چہار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ بالکل اسی طرح مولانا سمیع الحق شہید نے بھی جامعہ حقانیہ کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے آج جامعہ کی حالت دیکھ کر ہر دین دار آدمی مولانا کو دعائیں دیتا ہے۔ درحقیقت مولانا کو علمی مراکز اور دینی اقدار کی خدمت اپنے عظیم والد مولانا عبد الحق اور دیوبند کے اسلاف سے وراثت ملی تھی۔ آپ نے نہایت کم وسائل کے ذریعے جامعہ حقانیہ کی تزئین وآرائش اور تعلیمی نظام بہتر کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا۔

جامعہ حقانیہ کی کامیابی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ مولانا سمیع الحق بذات خود نہایت وسیع الظرف، حلیم الطبع، مہربان، بہترین قوت برداشت کے مالک اور صاحب حوصلہ انسان تھے۔ آپ کی انہی صفات کی بدولت جامعہ حقانیہ نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کی۔ جامعہ کے اندرونی ماحول میں شیوخ عظام اور بزرگ اساتذہ کے لیے اعتماد کی فضا بحال کی تھی۔ آپ پاکستانی سیاست کے بڑے نام تھے۔ ظاہر ہے سیاست کی وادی پھولوں کی سیج نہیں، کانٹوں کی مالا ہے۔ اس میں بڑی بڑی شخصیات کو بھی تلخ و شیریں باتیں سنناپڑتی ہیں۔ آپ جامعہ کے اہتمام کے ساتھ جمعیت علمائے اسلام کے ایک دھڑے کے سربراہ اور قائد بھی تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو کبھی کبھار ناسازگار حالات کا سامنا کرناپڑتا تھا۔ آپ اس حوالے سے ممتاز تھے کہ اپنے مخالف کی ساری باتیں نہایت حوصلہ مندی اور خندہ پیشانی سے سنتے تھے۔ جامعہ حقانیہ کے بڑے شیوخ اور بزرگ اساتذہ کرام آپ کی سیاسی رائے اور پالیسی کے ساتھ بہت کم متفق تھے، بلکہ وہ جمعیت علمائے اسلام کے ایک دوسرے دھڑے سے وابستگی رکھتے تھے۔ مولانا سمیع الحق شہید انہیں برداشت کرتے رہے۔ ایسا کبھی دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا کہ مولانا نے اپنے بدترین سیاسی مخالف کو بھی مدرسہ سے نکالا ہو۔

ہمارے استاذ محترم مفتی سیف اللہ حقانی صاحب فقیہ الامت مفتی محمد فرید صاحب کے بعد جامعہ کے بڑے اساتذہ میں سے تھے۔ انہوں نے دورہ حدیث کے سال دورانِ سبق ایک تاریخی واقعہ سناتے ہوئے فرمایا: جب عراق کے صدر صدام حسین نے کویت پر حملہ کیا تو اس حملے کو روکنے کے لیے بعض عرب ممالک کے مطالبے پر امریکا نے اپنے بحری بیڑے ان ممالک کے لیے روانہ کیے۔ اس صورت حال کے پیش نظر دنیا بھر میں دورائے قائم ہوگئیں۔ ایک گروہ کے مطابق امریکی فوج کی مداخلت ناجائز تھی۔ جب کہ دوسرے گروہ کا مؤقف تھا کہ صدام حسین کے ناجائز حملے کے خلاف امریکی فوج کو مداخلت کرنی چاہیے۔ آخر الذکر مؤقف خود مولانا سمیع الحق شہید اور ان کی جماعت کا بھی تھا۔ جب کہ مولانا فضل الرحمن صاحب کی جمعیت علمائے اسلام کا مؤقف اس کے برعکس تھا۔ وہ صدام حسین کی حمایت اور امریکی فوج کی مداخلت کے خلاف تھے۔ وہ باقاعدہ صدام حسین کی حمایت میں بڑی بڑی ریلیاں اور مظاہرے کرتے تھے۔ اس صورت حال کے پیش نظر دین دار لوگ کافی پریشان ہوئے کہ اب کس کی مانیں۔ اس دوران جامعہ حقانیہ کے دارالافتاء کو ایک استفتاء موصول ہوا۔ میں (مفتی سیف اللہ صاحب) نے امریکی مداخلت کے خلاف فتویٰ دیا۔ اگلے دن تمام اخبارات میں وہی فتوی جامعہ حقانیہ کے نام سے شائع ہوا۔ اس وقت مولانا سمیع الحق صاحب لاہور میں ایک جلسہ میں شریک تھے۔ کسی نے جامعہ حقانیہ کا فتویٰ دکھادیا۔ ادھر جامعہ حقانیہ میں بھی کچھ لوگوں نے شور مچانا شروع کیا کہ مفتی سیف اللہ نے مولانا سمیع الحق کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ جب مولانا صاحب آئیں گے تو اس مسئلے پر ان سے بات کریں گے۔ کچھ دنوں بعد مولانا آئے تو دفتر اہتمام میں ایک اجلاس بلایا گیا۔ اجلاس کے دوران ایک صاحب نے مولانا سے کہا "آپ باہر صدام حسین کے خلاف تقریریں کرتے ہیں اور یہاں مفتی سیف اللہ نے اس مؤقف کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔" مولانا نے ان سے کہا کہ کیا میں مفتی صاحب کے ضمیر پر تالا لگادوں کہ وہ خوامخواہ میرے ہی مؤقف کے حق میں فتویٰ دیں؟ وہ فتویٰ دینے میں آزاد ہیں۔ اپنی فقاہت کی روشنی میں جسے حق اور سچ سمجھیں، اسی کا اظہار کریں۔ "مفتی صاحب نے فرمایا: مولانا کی یہ باتیں سن کر میرا دل ٹھنڈا ہو گیا اور ان کو بھی کرارا جواب مل گیا، جو میرے خلاف سازش کررہے تھے۔

مولانا کی وسعت ظرفی ہی کی برکت سے جامعہ حقانیہ کے آغوش میں بلا تفریق طالبان علوم نبوۃ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے آتے۔ ورنہ آج کل مہتمم کی معمولی رائے کی مخالفت بھی ناقابل برداشت جرم سمجھا جاتا ہے۔ دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ کے دروازے کسی بھی فکر کے حامل باصلاحیت اساتذہ اور طلبہ کے لیے کھلے تھے۔ یہی وجہ ہے آج جامعہ حقانیہ سب کے لیے یکساں قابل احترام ہے۔

افغانستان اور جامعہ حقانیہ:

سوویت یونین کے خلاف افغانوں کی علمی و فکری آبیاری میں جامعہ حقانیہ کا بڑا کردار ہے۔ سوویت یونین کے خلاف لڑنے والے صف اول کے مجاہدین جامعہ حقانیہ ہی کے فارغ التحصیل تھے۔ امارت اسلامیہ کے نامور مجاہدین بھی جامعہ حقانیہ کے فاضل ہیں۔ مولانا سمیع الحق شہید کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ حق بات کا برملا اظہار کرتے تھے۔ جس بات کو حق اور سچ سمجھتے، اسی کی حمایت میں اپنی ساری توانائیاں صرف کرتے۔ افغانستان میں رواں جہادی معرکے کی حمایت ہر فورم پر کرتے تھے۔ مولانا سمیع الحق شہید افغانستان میں مجاہدین کی جدوجہد کی اسی طرح حمایت کرتے تھے، جس طرح فلسطین میں فلسطینی مجاہدین کی کرتے تھے۔ وہ طالبان کے اندرونی معاملات میں کوئی دخل اندازی نہیں کرتے تھے۔ طالبان کے نظم ونسق اور تنظیم کے حوالے سے ان کا کوئی رول نہیں تھا۔ اس لیے مغربی میڈیا کا پروپیگنڈا بے جا ہے۔ مولانا کی شہادت پر کابل انتظامیہ نے اس بنیاد پر خوشی منائی مولانا امارت اسلامیہ کی چھتری تلے امریکا اور مغربی غاصبین کے خلاف جہاد کو سپورٹ کرتے تھے۔ یہ نہایت افسوس ناک ہے۔ افغانستان کا جہاد صرف افغانستان کے علما کی نگرانی میں جاری ہے۔ اس میں کسی بیرونی عالم دین کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ایک سچے اور کھرے عالم ہونے کے ناطے مولانا سمیع الحق کی شہادت یقینا بہت بڑا صدمہ ہے۔ اس کے زخم طویل عرصے تک مندمل نہیں ہوں گے۔ اللہ ان کی شہادت قبول فرمائے۔ ان کی قبر منور فرمائے۔ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

شہری ہلاکتوں پر مجرمانہ خاموشی

سیف العادل احرار

افغانستان میں 17 برس کی طویل جنگ میں لاکھوں نہتے شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ ہزاروں جیلوں میں غیر قانونی طور پر سال ہا سال سے قید رکھے گئے ہیں۔ مساجد، دینی مدارس، اسکولز، ہسپتال، مارکیٹیں اور باغات تباہ کیے جا رہے ہیں۔ گزشتہ سال اگست میں ٹرمپ نے افغانستان کے لیے نئی حکمت عملی کا اعلان کیا تو امریکی فوج کے ظلم اور سربریت میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ فضائی حملوں اور چھاپوں میں ہزاروں لوگ جان سے گئے۔ ایک سال کے دوران پانچ ہزار سے زائد بم برسائے گئے۔ ستمبر اور اکتوبر میں ظلم و ستم کا یہ سلسلہ مزید تیز کر دیا گیا۔ امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے شہری امور نے ایک اعلامیہ جاری کیا۔ اس کے مطابق گزشتہ مہینوں کی طرح ستمبر میں بھی قابض امریکی اور افغان اجرتی فوج کی وحشیانہ فضائی کارروائیوں، رات کے چھاپوں اور حملوں میں میں سیکڑوں افراد شہید ہوئے اور زخمی ہوئے۔ ننگرہار، لوگر، لغمان، پکتیا، ہلمند، کاپیسا، میدان وردگ، قندھار، کابل سمیت 12 صوبوں میں 235 مظلوم شہری شہید ہوئے۔ ان میں 18 خواتین اور 10 بچے شامل ہیں۔ جب کہ 8 بچوں سمیت 162 افراد زخمی ہوئے۔ اس آپریشن کے دوران 75 نہتے شہری حراست میں لیے گئے۔ علاوہ ازیں قابض فوج نے نہتے افغان شہریوں کے 30 گھر مسمار کر دیے ہیں۔ 22 موٹر سائیکلوں، 5 گاڑیوں، ایک ٹرک، 1790 درختوں، فصلوں اور باغات کو تباہ کر دیا گیا۔ ظالموں نے روتے بلکتے بچوں کی بھی پرواہ نہ کی اور درجنوں گھر بلڈوز کر دیے۔

یہ کارروائیاں کابل انتظامیہ کی ایما پر کی گئیں۔ ان کا مقصد عام شہریوں کو خوف زدہ کرنا ہے۔ 20 اکتوبر کو نام نہاد انتخابات سے قبل قابض امریکی اور افغان فوجیوں نے ظالمانہ کارروائیوں کا سلسلہ تیز کر دیا ہے۔ تاہم امارت اسلامیہ نے اعلامیہ جاری کر کے واضح کیا ہے کہ نام نہاد انتخابی ڈراموں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ امریکا افغانوں کی آواز دبانے کے لیے انتہائی اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں گنگ ہیں۔ کابل میں اقوام متحدہ کے ادارے یوناما نے شہری ہلاکتوں کی ذمہ داری طالبان پر عائد کر دی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے اقوام متحدہ کا کردار کتنا متنازع ہے۔ امریکی فوج کے ظلم پر اقوام متحدہ سمیت تمام ادارے خاموش ہیں۔ گزشتہ 15 ستمبر سے 14 اکتوبر تک افغانستان کے بارہ صوبوں میں امریکی ظالموں نے جو سفاکانہ کارروائیاں کیں، بطور مثال چند واقعات دیکھیں:

16 ستمبر کو پکتیکا کے ضلع وڑمی کے سید خیل علاقے میں فوج کے حملے میں خواتین اور بچوں سمیت ایک خاندان کے 8 افراد شہید ہو گئے۔ 17 ستمبر کو ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے وڈیسار میں قابض امریکی اور افغان فوج نے رات کو چھاپہ مارا۔ 16 نہتے شہریوں کو شہید اور ان کے گھروں کو آگ لگائی۔ 18 ستمبر کو روزگان کے صدر مقام ترین کوٹ میں فوج کی فائرنگ سے 6 لڑکیاں شہید اور دو بچے زخمی ہوئے۔ 19 ستمبر کو ننگرہار کے ضلع شیر زاد کے علاقے پٹلاؤ میں قابض امریکی فوج کے حملے میں دس افراد شہید ہوئے۔ 20 ستمبر کو پکتیا کے ضلع چمکنو کے علاقے نوزی میں امریکی طیاروں کی بمباری میں 4 افراد شہید اور 14 بچے زخمی ہوئے۔ اسی طرح ننگرہار کے ضلع شیر زاد کے علاقے سرخ آب میں جارحیت پسندوں کے حملے میں 19 افراد شہید ہوئے۔ 23 ستمبر کو فراہ کے ضلع خاک سفید کے مختلف علاقوں میں افغان فوج کے حملوں میں 5 افراد شہید اور متعدد افراد زخمی ہو گئے۔

اقوام متحدہ کا کہنا ہے رواں برس افغانستان میں 8 ہزار سے زائد عام شہری جاں بحق ہوئے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق 2018 کے پہلے 9 ماہ کے دوران تقریباً 8 ہزار 50 افغان شہری مارے گئے۔ ان میں نصف درجن سے زائد خودکش بم حملوں اور دھماکا خیز مواد کی زد میں آئے۔ عالمی ادارے کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ جان بوجھ کر شہریوں کو نشانہ بنانا اور ہلاک کرنا بین الاقوامی انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے۔ یہ جنگی جرائم کے زمرے میں آتی ہے۔ کابل میں اقوام متحدہ کے معاون مشن 'یوناما' کے مطابق رواں برس جنوری سے لے کر 30 ستمبر تک 8 ہزار 50 شہری شہید، جب کہ 7982 زخمی ہوئے۔ یہ تعداد گزشتہ برس اسی عرصے کے دوران شہریوں کی ہلاکتوں کی نسبت 21 فیصد زائد ہے۔ رپورٹ کے مطابق 46 فیصد ہلاکتیں صرف داعش کے خودکش حملوں میں ہوئیں۔ 65 فیصد ہلاکتیں طالبان اور دیگر حکومت مخالف قوتوں کے حملوں میں ہوئیں۔ اسی طرح فضائی حملوں میں ہلاکتوں کی تعداد میں بھی 39 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس رپورٹ میں ستمبر اور دیگر مہینوں میں ننگرہار، کاپیسا، میدان وردگ، فراہ سمیت دیگر صوبوں میں امریکی فوج کی بمباری اور چھاپوں کے نتیجے میں جو ہزاروں افراد شہید ہوئے، ان کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے بھی ان واقعات کا نوٹس لیا اور نہ ہی مذمت کی۔

اقوام متحدہ کے دفتر یوناما کی رپورٹ میں ان واقعات سے چشم پوشی اختیار کی گئی ہے۔ ان واقعات پر سوشل میڈیا کے ورکروں اور پارلیمنٹ کے ارکان نے بھی احتجاج کیا ہے۔ تمام واقعات میں عام شہریوں کی ہلاکتوں کی تصدیق کی گئی۔ اسی تناسب سے 70 فیصد سے زائد ہلاکتوں میں قابض امریکی اور افغان فوج ملوث ہے۔ یوناما اور انسانی حقوق کی تنظیموں نے سارا ملبہ طالبان پر گرایا اور حقیقی مجرموں کو بری الذمہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ بلا شبہ ان جنگی جرائم میں امریکی اور افغان فوج کو کھلی چھوٹ دینے سے شہری ہلاکتوں میں مزید اضافہ ہونے کا امکان ہے۔ یوناما اور انسانی حقوق کی دیگر تنظیموں کو چاہیے وہ اصل حقائق سامنے لائیں اور ملوث عناصر کی نشان دہی کریں۔ کم از کم امریکی اور افغان فوج کے جرائم کے الزامات مجاہدین پر عائد کرنے کی زیادتی نہ کریں۔

کچھ اہم مسائل بارے امارت کا موقف

محمد عبداللہ

رواں سال عید کے موقع پر تین روزہ جنگ بندی:

عیدالفطر کے موقع پر امارت اسلامیہ کی جانب سے تین روزہ جنگ بندی نے ثابت کیا تھا کہ پورے افغانستان میں قابض فوج کے خلاف امارت اسلامیہ کی قیادت میں صرف ایک قوت بر سرپیکار ہے۔ فوجی محاذ سے لے کر سویلین صف تک مضبوط نظم موجود ہے۔ تمام مجاہدین ایک کمانڈ کے تحت جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اپنے رہنماؤں کی فرمانبرداری کر رہے ہیں۔ افغانستان کے اندر بیس گروپوں کی باتیں من گھڑت اور بے بنیاد ہیں۔ اس کے علاوہ امن کے دشمنوں کا یہ دعوی بھی جھوٹا ثابت ہوا کہ یہ افغان خانہ جنگی ہے۔ اُس جنگ بندی سے یہ بات واضح ہوئی کہ افغان عوام کی مزاحمت قابض فوج کے خلاف ہے۔ افغان عوام آپس میں اختلاف نہیں رکھتے بلکہ قابض قوتوں کی وجہ سے افغانستان میں جنگ جاری ہے۔ قابض فوج کا ناجائز قبضہ اس جنگ کی بنیادی وجہ ہے۔ جب تک غیر افغانستانی قابض فوجی افغانستان میں قابض رہیں گے، تب تک یہ جنگ جاری رہے گی۔ اس لیے قابض فوج کا انخلا ضروری ہے۔

دیگر ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت:

امارت اسلامیہ افغانستان کی آزادی کے لیے قانونی جدوجہد کر رہی ہے۔ یہ افغان عوام کا فطری اور انسانی حق ہے۔ افغانستان کی آزادی اور اس میں اپنے عقائد کے مطابق نظام نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کرنا دنیا کے کسی قانون میں دہشت گردی نہیں ہے۔ ہم برملا اور واضح کہنا چاہتے ہیں کہ ہم دیگر ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔ 17 سالوں میں ہم نے عملی طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ ہم نے دیگر ممالک کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی۔ اسی طرح افغانستان کے معاملات میں بھی کسی دوسرے کو مداخلت کا حق نہیں ہے۔ ہماری ترجیح یہ ہے کہ افغان تنازع کا پرامن حل مذاکرات کے ذریعے تلاش کیا جائے۔ امریکا کو چاہیے وہ ناجائز قبضہ ختم کر کے افغان عوام کو اپنے عقیدے اور منشاء کے مطابق حکومت قائم کرنے کے لیے چھوڑ دے۔ افغانستان کی آزادی کے بعد ہم تعمیر نو اور ترقی کے لیے امدادی اداروں کا خیر مقدم کریں گے۔

منشیات کی پیداوار اور اسمگلنگ کی روک تھام:

امارت اسلامیہ کے دور میں پوست کی کاشت پر مکمل پابندی تھی۔ افغان معاشرے میں ہیروئن کے عادی افراد کی شرح نہ ہونے کے برابر تھی۔ بدقسمتی سے امریکی حملے کے بعد افغانستان میں پوست کی کاشت کا رقبہ 328 ہزار ایکٹر تک پہنچ گیا ہے۔ اب 17 سالہ امریکی قبضے کے دوران افغانستان میں منشیات کے عادی افراد کی تعداد 3 ملین تک پہنچ گئی ہے۔ اقوام متحدہ کے انسداد منشیات ادارے کی رپورٹ کے مطابق 2017 میں منشیات کی پیداوار 87 فیصد اور کاشت 63 فیصد کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی۔ منشیات کی پیداوار میں 9000 میٹرک ٹن تک اضافہ ہوا۔ امارت اسلامیہ کی پالیسی منشیات کی اسمگلنگ اور کاشت کی روک تھام ہے۔ اگر افغانستان میں جنگ ختم ہوئی تو امارت اسلامیہ پُرعزم ہے کہ وہ پورے افغانستان میں پوست کی کاشت اور منشیات کی اسمگلنگ مکمل طور پر ختم کرے۔ اس حوالے سے ہمسایہ ممالک اور بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ معاونت کے لیے تیار ہے۔

شہری ہلاکتوں کی روک تھام:

ہم دیکھ رہے ہیں حالیہ مہینوں میں افغانستان پر مسلط جنگ کے نتیجے میں شہری ہلاکتوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مظلوم عوام کی یہ صورت حال نہ صرف ہمارے لیے، بلکہ ہر ذی شعور انسان کے لیے تکلیف دِہ ہے۔ افغان عوام ہمارے جسم کا حصہ ہیں۔ ان کے نقصان سے ہمارے اپنے وجود کو نقصان ہوتا ہے۔ حتی کہ امیرالمؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ نے عید کے پیغامات کے موقع پر مجاہدین کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں شہری ہلاکتوں کی روک تھام کے لیے فوری اقدامات کریں۔ جن علاقوں میں شہری ہلاکتوں کا امکان ہو، وہاں آپریشن کرنے سے گریز کریں۔ امارت اسلامیہ نے شہری ہلاکتوں کی روک تھام کے لیے ایک خصوصی

کمیشن بھی قائم کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ ہر صوبے میں اس کمیشن کے نمائندے موجود ہیں۔ وہ شہری ہلاکتوں کے واقعات باریک بینی دیکھتے اور رپورٹ مرتب کرتے ہیں۔ یہ ادارہ سال میں متعدد بار شہری ہلاکتوں بارے مصدقہ رپورٹس شائع کرتا ہے۔

کئی بار ایسا بھی ہوا کہ مجاہدین نے عام شہریوں کی ہلاکتوں کے خوف سے اپنی کارروائیاں روک دیں۔ اس کے برعکس امریکی اور اجرتی فوج نے شہریوں کے گھروں پر چھاپے مارنے، وحشیانہ بمباری کرنے، بھاری ہتھیاروں کے ذریعے نہتے شہریوں کو نشانہ بنانے اور عام لوگوں کو حراست میں لینے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ نئی امریکی پالیسی کے بعد ان ظالمانہ کارروائیوں کا سلسلہ مزید تیز ہوا ہے۔ اس کے باعث شہری ہلاکتوں کا گراف بھی بلند ہوا ہے۔ میڈیا کا معمول یہ ہے کہ وہ ایسی خبریں شائع نہیں کرتا۔ کچھ ذرائع ابلاغ اور ادارے شہری ہلاکتوں کے اصل مجرموں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ امریکی ادارے سیگار نے ایک رپورٹ شائع کی۔ اس کے مطابق 2018 میں افغانستان پر امریکی فوج کے فضائی حملوں میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ رواں سال کے پہلے تین ماہ کے دوران امریکی فوج نے بارہ سو بم افغانستان پر برسائے۔ 2 اپریل کو امریکی فوج نے قندوز کے ضلع دشت آرچی میں ایک دینی مدرسے پر وحشیانہ حملہ کیا۔ اس کے نتیجے میں سو سے زائد معصوم حفاظ کرام شہید اور سو سے زائد زخمی ہوئے۔ یہ ان ظالمانہ کارروائیوں کی ایک مثال ہے۔ 17 برس کے دوران ایسے سیکڑوں واقعات رونما ہوئے ہیں، جن میں عام شہریوں، عام لوگوں کے گھروں، مساجد اور تعلیمی اداروں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔

امارت کے شہری ہلاکتوں کی روک تھام کے اقدامات:

- شہریوں کی ہلاکتوں کو روکنے کے لیے علمائے کرام کی جانب سے مجاہدین کو مسلسل ہدایت دی جاتی ہیں۔ اس حوالے سے باقاعدہ سیمینارز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔
- صورت حال جانچنے کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف وفود بھیجے جاتے ہیں۔ مجاہدین کی صفوں میں شہری ہلاکتوں کے واقعات کی تحقیقات کی جاتی ہیں۔ ملوث افراد کے خلاف عدالتی کارروائی کی جاتی ہے۔
- یہ بھی کہا جانا چاہیے کہ عوامی افادیت کے حامل منصوبوں پر کام کرنا اور ان کی حفاظت افغانستان اور عوام کے بہتر مفاد کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ پلوں، ڈیمز، بجلی گھروں، کان کنی، معدنی ذخائر، تعلیمی اداروں، اسکولز، مساجد، دینی مدارس، یونی ورسٹیز، صحت کے مراکز، کلینکس، ہسپتالوں اور دیگر عوامی افادیت کے حامل مقامات اور منصوبوں کی تعمیر کا تحفظ مجاہدین کی ذمہ داری ہے۔ ہم جدید عصری اور دینی علوم افغان عوام اور افغان معاشرے کے لیے اہم اور وقت کی ضرورت سمجھتے ہیں۔

انسانی امداد:

امارت اسلامیہ افغانستان کی آزادی کے لیے جدوجہد میں مصروف ہے۔ امارت کے زیر کنٹرول علاقوں میں امن، سلامتی، شہریوں کی جان و مال کے تحفظ اور عوام کی خوش حالی کے سلسلے میں سنجیدہ اقدامات کیے گئے ہیں۔ موجودہ صورت حال کے پیش نظر افغان عوام کو پہلے سے کئی گنا زیادہ انسانی امداد کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے امارت اسلامیہ نہ صرف امداد کی فراہمی کے لیے انسانیت دوست ممالک، اقوام متحدہ کے اداروں، بین الاقوامی تنظیموں، سرمایہ کاروں اور دیگر اداروں کے تحفظ کے لیے پر عزم ہے۔ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد دینے والوں کے ساتھ ہر ممکن تعاون کے لیے تیار ہے۔ امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امدادی سرگرمیوں کے لیے سازگار ماحول فراہم کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے گزشتہ سال امارت اسلامیہ کے امیر نے عید کے موقع پر اپنے پیغام میں بھی امداد فراہم کرنے والے اداروں اور تنظیموں پر زور دیا تھا کہ وہ غریب لوگوں کے ساتھ مالی امداد کریں۔ ان علاقوں کے دورے کریں۔ مجاہدین ان کے تحفظ کے لیے تمام ضروری اقدامات اٹھائیں گے۔

خواتین کے حقوق:

امارت اسلامیہ عورت کو اسلامی معاشرے کا معمار سمجھتی ہے۔ اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دیے ہیں، ان کے تحفظ کے لیے پر عزم ہے۔ اسلام نے عورتوں کو تمام بنیادی حقوق تجارت، وراثت، تعلیم، کام، شادی کا اختیار، امن، صحت اور اچھی زندگی کے حقوق دیے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری خطبہ میں عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اسلام نے عورت کو بلند مقام دیا ہے۔ دور جہالت کے مظالم سے نجات دے کر اخلاق اور وقار کا بلند مقام عطاء کیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ افغانستان میں خواتین کے حقوق کے خلاف جارحیت کی وجہ سے متعدد چیلنجز درپیش ہیں۔ خواتین کو بہت سے مسائل اور مشکلات کا سامنا ہے۔ عورتوں کے حقوق کے علمبردار اداروں نے 17 سالوں سے افغانستان میں

اربوں ڈالر خرچ کیے، مگر اب بھی غیر یقینی صورت حال کی وجہ سے افغانستان دنیا کی سطح پر واحد ملک ہے، جہاں صحت کے مراکز دور دراز علاقوں میں نہیں ہیں۔ جس کے باعث بچوں کی پیدائش کے وقت زیادہ تر عورتوں کی اموات واقع ہو جاتی ہیں۔ خطرناک بموں کے زیادہ استعمال کی وجہ سے معذور بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اب بھی افغانستان دنیا کی سطح پر واحد ملک ہے، جہاں خواتین کی اوسط عمر صرف 45 ہے۔ یہاں دس لاکھ سے زائد خواتین بیوہ ہیں۔ خواتین کے حقوق کے نام پر اربوں ڈالران لوگوں نے ہڑپ کیے، جو عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے سرگرم ہیں۔

خواتین کے حقوق کے نام پر افغانستان میں فحاشی، عریانی، جسم فروشی اور غیر اسلامی تہذیب کو پروان چڑھانے کے لیے سرگرمیاں جاری ہیں۔ مغربی، غیر اسلامی اور غیر افغانی سیریز کی تشہیر، اخلاقی جرائم کے لیے راہ ہموار کرنا اور افغان روایات کو پامال کرنے کے لیے خواتین کی حوصلہ افزائی کرنا ایسے معاملات ہیں، جو خواتین کے حقوق کے نام پر افغان مسلم معاشرے پر مسلط کیے جا رہے ہیں۔ امارت اسلامیہ نے شروع سے خواتین کے حقوق بارے بہت واضح پالیسی اختیار کی ہے۔ امارت اسلامیہ اسلام کے دائرہ کار میں خواتین کے تمام حقوق کے تحفظ کے لیے پرعزم ہے۔ امارت اسلامیہ کی پالیسی ہے کہ خواتین کے حقوق کا تحفظ اس طرح کیا جائے کہ نہ ان کے جائز حقوق پامال ہوں اور نہ ہی انسانی وقار، اسلامی اور افغان اقدار کو خطرات درپیش ہوں۔ اسی طرح امارت اسلامیہ پرعزم ہے کہ خواتین کے خلاف ان تمام بُرے رواج کو ختم کیا جائے، جن میں خواتین کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔

صحت:

امارت اسلامیہ نے صحت کے لیے ایک مستقل کمیشن قائم کیا ہے۔ وہ پورے افغانستان میں کام کر رہا ہے۔ اس کمیشن کے ہر صوبے اور ہر ضلع میں نمائندے موجود ہیں۔ ان کے فرائض میں صحت کے حوالے سے خدمات انجام دینے کے علاوہ مختلف تنظیموں اور اداروں سے روابط قائم کرنا، انہیں مکمل تحفظ دینا اور ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنا شامل ہیں۔ امارت اسلامیہ نے ہر وقت براہ راست مذاکرات اور میڈیا کے ذریعے بین الاقوامی برادری کو یہ پیغام بھیجا ہے کہ صحت کے کارکنوں کو مکمل تحفظ فراہم کریں گے۔ جنگ میں زخمی شہریوں اور فریقین کے زخمی افراد کو ہسپتال منتقل کرنے میں بلا تفریق تعاون کیا جائے۔ انہیں طبی امداد فراہم کی جائے۔ اس سلسلے میں امارت اسلامیہ نے بین الاقوامی ہیلتھ اداروں جیسے ریڈ کراس، ایمرجنسی اور بے سرحد ہسپتال کے ڈاکٹروں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے۔ امارت اسلامیہ نے ہمیشہ انسانی حقوق اور اس کی تنظیموں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ کابل انتظامیہ اور غیر ملکی فوج کو بھی اس بات پر امادہ کریں کہ وہ بھی امارت اسلامیہ کی طرح زخمیوں اور قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

امارت اسلامیہ اپنے علاقوں میں ہسپتالوں اور کلینکس کی تعمیر کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔ صحت کے اہل کاروں کو تربیت فراہم کرنے اور ہسپتالوں میں ان سے خدمات لینے کی کوشش کرتی ہے۔ البتہ حملہ آوروں نے اپنے لیے سب جائز سمجھا ہے کہ ہسپتالوں اور کلینکس پر فضائی حملے کرے۔ چھاپے مارے۔ یہاں تک کہ امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں مختلف تنظیموں اور اداروں کے زیر انتظام چلنے والے ہسپتالوں اور کلینکس کو بھی نشانہ بنایا جاتا ہے۔ قندوز میں ایک بین الاقوامی تنظیم کے ہسپتال پر وحشیانہ بمباری اور میدان وردگ میں ہسپتال پر چھاپہ واضح مثالیں ہیں۔ امارت اسلامیہ نے صحت اور تعلیم کے کارکنوں کی حفاظت بارے متعدد بار اعلامیہ جاری کیا ہے اور مجاہدین کو ہدایت کی ہے کہ ان کے تحفظ کے لیے تمام ضروری اقدامات کیے جائیں۔ تاکہ وہ پرامن ماحول میں اپنی خدمات انجام دے سکیں۔ البتہ حملہ آور ہمارے ہسپتالوں اور ایمبولینس کو نشانہ بناتے ہیں۔ دوسری تنظیموں کی ایمبولینس سے ہمارے زخمیوں کو اتار کر حراست میں لے لیا جاتا ہے۔ انہیں طبی امداد فراہم کرنے کے بجائے ان پر بہیمانہ تشدد کیا جاتا ہے۔

امارت اسلامیہ اس فورم کے ذریعے ایک بار پھر اس عزم کا اعادہ کرتی ہے کہ وہ صحت کے حوالے سے تمام شہریوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے پرعزم ہے۔ اسی طرح انسانی حقوق کے اداروں سے بھی مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ حملہ آوروں اور کابل انتظامیہ کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ انسانی حقوق کا احترام کریں۔ امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں ہسپتالوں کو نشانہ نہ بنایا جائے۔ غیر ملکی تنظیموں سے بھی یہ توقع ہے کہ وہ بلاامتیاز تمام افغانوں کے لیے علاج کی سہولیات فراہم کریں۔ امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں پر خصوصی توجہ مرکوز رکھیں۔ کیوں کہ دیہی علاقوں میں لوگوں کو علاج کی شدید ضرورت ہے۔ امارت اسلامیہ اقوام متحدہ، ڈبلیو ایچ او اور صحت سے متعلق دیگر تنظیموں کے ساتھ مکمل تعاون کرتی ہے۔ ان کے تعاون کے لیے سازگار ماحول فراہم کیا گیا ہے۔

پیر صاحب کی اپنی حالت پتلی تھی

جبیر احمد

ایک امریکی جنرل 'پیٹر فولر' کرزئی انتظامیہ کے دوران افغان فوج کو فوجی تربیت دینے کے ذمہ دار تھے۔ اس نے حال ہی میں افغان جنگ بارے میں سی بی ایس ٹیلی ویژن کو ایک انٹرویو میں انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ امریکا نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ افغان جنگ اتنی طویل، نقصان دہ، ہلاکتوں اور بحرانوں سے بھرپور ہوگی۔ کیوں کہ ہمیں افغان دوست اور جاسوس طالبان کی قوت اور اثر و رسوخ کے بارے ہمیشہ غلط معلومات فراہم کرتے تھے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ طالبان ہمارے اندازے سے کئی گنا زیادہ مضبوط، طاقت ور اور ہر علاقے، گاؤں اور شہر میں موجود ہوتے تھے۔ امریکی جنرل نے کہا کہ جب ہم نے 2001 میں افغانستان پر حملہ کیا تو پینٹا گون نے کانگریس سے 20 ارب ڈالر کی فراہمی کا مطالبہ کیا۔ اس وقت ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس رقم سے ہم افغان جنگ جیت سکتے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ جنگ اتنی طویل، وسیع اور مایوس کن رہے گی۔ یہ تقریباً دو دہائیوں تک پہنچ گئی ہے۔ اب تک اس جنگ میں 1000 ارب ڈالر ضائع ہو گئے ہیں۔

> میں جب اگلے دن گیا تو پیر صاحب کے چھوٹے بھائی سید حامد گیلانی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے آپ کے بارے بڑے پیر صاحب کے ساتھ مشاورت کی ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا ہے کہ آپ کل ہی کابل چلے جائیں اور ہمارے مرکزی دفتر سے رابطہ کریں۔ میں دفتر کے ذمہ دار کو فون کردوں گا۔ وہ آپ کو ایک سیٹلائٹ فون اور جیب خرچ فراہم کر دیں گے۔ آپ کو خدمت کا موقع بھی دیں گے۔ آپ امن میں رہیں گے۔ کوئی آپ کو میلی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ اگر پھر بھی کوئی مسئلہ ہوا تو ہم سے براہ راست رابطہ کرلینا۔

فولر کے مطابق ہزاروں امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں اور 1000 ارب ڈالر ضائع کرنے کے باوجود امریکا افغان جنگ قابو کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ نہ ہی افغانستان میں مستحکم حکومت وجود میں آئی ہے۔ اس لیے امریکی انتظامیہ اور بالخصوص ٹرمپ افغانستان میں مزید اربوں ڈالر ضائع کرنے کے حامی نہیں ہیں۔ بڑے پیمانے پر جانی اور مالی نقصان اٹھانے کے بعد ٹرمپ مجبور ہوئے کہ زلمے خلیل زاد کو نمائندہ خصوصی بنا کر ٹاسک دیا کہ وہ افغان تنازع کا پرامن حل نکالیں۔ طالبان کے ساتھ مذاکرات میں وہ شرائط قبول کریں، جن کا امریکا نے گزشتہ 17 برس کے دوران انکار کیا تھا۔

جنرل فولر نے انٹرویو کے دوران شمالی اتحاد کے رہنماؤں اور اپنے افغان ایجنٹوں کے بارے کہا کہ ہم نے جب افغانستان پر حملہ کیا تو وہ شدید مایوس، بھوکے اور معذور تھے۔ وہ ڈالر کے حصول کے لیے نہایت بے تاب تھے۔ حتیٰ کہ ڈالر کے حصول کے لیے اپنے ملک اور قوم کی اقدار کو بھی پامال کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ حقیقت یہی ہے کہ جب امریکا نے 2001 میں افغانستان پر حملہ کرنے کی حماقت کی تو بش اور امریکی انتظامیہ

نے افغان ایجنٹوں پر اعتماد کا اظہار کیا اور افغان عوام پر کرپٹ عناصر مسلط کیے۔ طالبان کے خوف سے جو قاتل اور لٹیرے فرار ہو گئے تھے، ان کو واپس اقتدار میں لایا گیا۔ شمالی اتحاد اور سابق کمیونسٹ الائنس نے اپنی نجات کے لیے امریکا سے افغانستان پر حملہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ پنجشیر میں محصور کمانڈر مسعود نے مغرب سے فریاد کرتے ہوئے نہایت پست اور شرم ناک طریقے سے امریکا اور نیٹو سے مطالبہ کیا کہ وہ افغانستان پر حملہ کریں۔

جامعہ ازہر کے فاضل پروفیسر ربانی کا امریکی بی 52 طیاروں کی وحشیانہ بمباری سے کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو امریکا سے مطالبہ کیا کہ طالبان پر جو بم برسائے جاتے ہیں، وہ چھوٹے اور ناکافی ہیں۔ لہذا طالبان کو شکست دینے کے لیے ان پر بڑے اور خطرناک بم گرائے جائیں۔ دوسرے مکار پروفیسر سیاف نے بھی پنجشیر میں جب پہلی بار امریکی جرنیلوں سے ملاقات میں ڈالر وصول کیے تو نہایت شرمناک طریقے سے امریکی جرنیلوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ جو کام بی 52 طیارے نہیں کر سکتے، وہ میں کر سکتا ہوں۔ میں القاعدہ تنظیم اور عرب مجاہدین کے چھوٹے اور بڑے، سب کو جانتا ہوں۔ مجھے زیادہ وسائل فراہم کیے جائیں، میں یہ خدمت آسانی کے ساتھ کر سکتا ہوں۔ روس کے خلاف جہاد کے دوران محاذ ملی سے تعلق رکھنے والے ایک کمانڈر نے مجھے بتایا کہ جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا تو میں بہت پریشان تھا۔ مجھے ڈر لگتا تھا کہ مجھے بھی گرفتار کیا جائے گا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کہاں پناہ لی جائے۔ کافی سوچ وبچار کے بعد پیر سید احمد گیلانی کا نام ذہن میں آیا۔ چناں چہ میں نے اس کی تلاش شروع کر دی۔ جب پتہ چلا کہ وہ پشاور میں ہے تو میں بھی ان کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا اور ان کے سامنے اپنی فریاد رکھتے ہوئے بتایا کہ آپ مجھے جانتے ہیں۔ میں جہاد کے دور میں محاذ ملی سے تعلق رکھتا تھا اور اب طالبان کے دور حکومت میں بھی ذمہ دار تھا۔ اب اپنے گھر میں ہوں، لیکن مجھے اندیشہ ہے کوئی جاسوس میری مخبری نہ کرے۔ مجھے گرفتار نہ کر لیا جائے گا۔ لہذا آپ میری سفارش کریں۔ پیر صاحب نے بتایا کہ ٹھیک ہے آپ کل آجائیں، میں سفارش کر دوں گا۔

میں جب اگلے دن گیا تو پیر صاحب کے چھوٹے بھائی سید حامد گیلانی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے آپ کے بارے بڑے پیر صاحب کے ساتھ مشاورت کی ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا ہے کہ آپ کل ہی کابل چلے جائیں اور ہمارے مرکزی دفتر سے رابطہ کریں۔ میں دفتر کے ذمہ دار کو فون کر دوں گا۔ وہ آپ کو ایک سیٹلائٹ فون اور جیب خرچ فراہم کر دیں گے۔ آپ کو خدمت کا موقع بھی دیں گے۔ آپ امن میں رہیں گے۔ کوئی آپ کو میلی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ اگر پھر بھی کوئی مسئلہ ہوا تو ہم سے براہ راست رابطہ کر لینا۔ میں نے پوچھا کہ میں سیٹلائٹ کا کیا کروں گا؟ پیر صاحب نے بتایا کہ بین الاقوامی قوتیں افغانستان آئی ہیں، تاکہ افغانستان میں امن، تعمیر نو اور ترقی کے لیے ہماری مدد کریں۔ یہ اس وقت ممکن ہے کہ ہم اور آپ اپنے بین الاقوامی دوستوں کے ساتھ القاعدہ اور طالبان کے اہم رہنماؤں کو گرفتار کرنے میں تعاون کریں۔ تاکہ انہیں صفحہ ہستی سے مٹایا جائے۔ ان کا نام ونشان ختم ہو جائے۔

وہ شخص کہتا ہے کہ جب میں نے پیر صاحب کی یہ باتیں سنیں تو میرے جسم کے بال کھڑے ہو گئے۔ میں گھبرا گیا کہ پیر صاحب کی صورت حال یہ ہے کہ اپنی نسبت نبی کریم ﷺ کے خاندان کی طرف کرتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کی دوستی پر اتنا فخر بھی کرتے ہیں۔ عرب مجاہدین پکڑ کر امریکا کے سپرد کرتے ہیں اور اس کام پر اجر ملنے کی امید بھی کرتے ہیں تو شمالی اتحاد، جنرل دوستم، ربانی، سیاف، ہزارہ کے محقق اور مغربی ذہنیت کے حامل سیکولر ایجنٹوں سے کیا شکوہ ہے؟!

ماسکو کانفرنس امریکا پر کاری ضرب

انیس الرحمن شفیق

نومبر میں افغان مسئلے پر روس نے ایک کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس میں طالبان اور کابل انتظامیہ سمیت 12 ممالک کو مدعو کیا گیا تھا۔ تاہم امریکا اور کابل انتظامیہ نے اس کانفرنس کی ناکامی کے لیے منفی ہتھکنڈے استعمال کیے۔ کیوں کہ امریکا افغان مسئلے کا خاتمہ نہیں چاہتا۔ اس سلسلے میں کابل انتظامیہ نے بھی امریکی ایجنڈے کی حمایت کی۔ تاہم امریکی اور کابل انتظامیہ کی کوششوں کے باوجود یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں طالبان کے سیاسی دفتر کے وفد نے بھی شرکت کی۔ اپنے مطالبات اور خدشات پیش کیے۔ طالبان وفد کے سربراہ شیر محمد ستانک زئی نے اپنی گفتگو میں کہا کہ امریکا اور کابل انتظامیہ قیام امن کے لیے سنجیدہ نہیں ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ طالبان سرنڈر ہو جائیں۔ وہ طالبان کے ساتھ اصولوں کی بنیاد پر مذاکرات کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔

دوسری اہم بات یہ کہ طالبان نے جب بھی داعش کے خلاف فوجی آپریشن شروع کیا ہے، امریکی اور کابل فوج نے طالبان پر بمباری کر کے داعشی جنگجوؤں کو فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔ وفد نے داعش کو امریکا اور کابل انتظامیہ کا مشترکہ منصوبہ قرار دیا۔ واضح رہے اس حوالے سے کچھ پارلیمانی نمائندوں اور قبائلی رہنماؤں نے بھی امریکا اور کابل انتظامیہ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ داعش کو مدد فراہم کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے ایک بین الاقوامی کانفرنس میں طالبان رہنماؤں کا کھل کر اظہار خیال اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس حوالے سے پارلیمنٹ ارکان اور سیاسی رہنماؤں نے بھی اظہار خیال کیا ہے۔ روس کو بھی شک ہے کہ امریکا داعش کی درپردہ حمایت کر رہا ہے۔ ماسکو کانفرنس افغان تنازع کے حل کی جانب اچھی پیش رفت ہے۔ بالخصوص طالبان رہنماؤں کی شرکت نے اس کانفرنس کی اہمیت مزید بڑھادی۔ تاہم افغان مسئلے پر امریکا کو دھچکا لگا ہے، جو اس کانفرنس کا سب سے اہم نکتہ ہے۔

ماسکو کانفرنس کے انعقاد سے امریکی خصوصی نمائندے ڈاکٹر زلمے خلیل زاد کی کوششوں پر بھی اثرات مرتب ہوں گے۔ طالبان نے کھل کر اعلان کیا کہ وہ امریکی دباؤ کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے۔ وہ سرنڈر ہونے کی پالیسی قبول نہیں کریں گے۔ وہ اصولوں کی بنیاد پر مذاکرات کریں گے۔ کیا خلیل زاد بااختیار ہیں؟ کیا امریکا قیام امن کے لیے سنجیدہ ہے؟ کیا وہ واقعی طالبان کے ساتھ مذاکرات کرنا چاہتا ہے؟

> تجزیہ کاروں اور عسکری ماہرین کے مطابق بلاشبہ ماسکو کانفرنس سے امریکا کی خود غرضی کو دھچکا لگا ہے۔ کیوں کہ امریکا افغان تنازع کے حوالے سے کسی کو مفاہمت کے لیے کردار ادا کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس نے سب کچھ اپنے اختیار میں رکھا تھا۔ اسی طرح کابل انتظامیہ کو بھی نقصان ہوا۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو افغانستان سے کانفرنس منعقد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ ماسکو اجلاس میں کابل انتظامیہ کی حیثیت اور کردار اتنا کمزور اور پھیکا تھا کہ وہ اپنے موقف کا دفاع کرنے سے بھی قاصر تھی۔

جاری جنگ اور خطے میں افغان جنگ بارے پائے جانے والے خدشات اور موجودہ صورت حال سے ظاہر ہوتا ہے امریکا نے افغانستان میں اپنی حکمت عملی تبدیل نہ کی تو یہ جنگ جاری رہے گی۔ قیام امن کی برائے نام کوششوں کے مثبت نتائج برآمد نہیں گے۔ تاہم اس جنگ کا خاتمہ طاقت کے استعمال سے ممکن نہیں ہے۔ امریکا کو شکست ہوگی اور اس کو افغانستان سے انخلا کرنا ہوگا۔ جنگ تباہی کا باعث ہے۔ اس سے نہ صرف افغانستان متاثر ہے، بلکہ خطے کے دیگر ممالک بھی شدید پریشان ہیں۔ یہاں جنگ مسئلے کا حل نہیں ہے۔ تمام ممالک اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امریکا افغان جنگ ہار چکا ہے۔ امریکا نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ طالبان ایک حقیقت اور افغانستان میں مضبوط فوجی قوت ہیں۔ لہذا جنگ جاری رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ملک کو مزید تباہی کی طرف دھکیلا جائے۔ امن کے لیے مذاکرات کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔

ماسکو کانفرنس میں امریکا، روس اور افغانستان کے پڑوسی ممالک کے بشمول خطے کے 12 ممالک نے شرکت کی۔ امارت اسلامیہ کے شریک وفد نے نہایت مدلل انداز اور معقول طریقے سے افغان عوام کی ترجمانی کا حق ادا کیا۔ امارت اسلامیہ کے اصولی مؤقف کا بھرپور دفاع کیا۔ امریکا اور کابل انتظامیہ نے افغان امن کے حوالے سے ماسکو کانفرنس کے انعقاد میں روڑے اٹکانے کی بھرپور کوشش کی۔ امارت اسلامیہ کے وفد نے افغان تنازع کے حل اور امن و استحکام کے لیے بہترین تجاویز پیش کیں۔ ایک خود مختار اسلامی نظام بارے ٹھوس اور جامع حکمت عملی پیش کی۔ امارت اسلامیہ کے وفد کے بیانیے میں کہا گیا کہ غیر ملکی فوج کا ناجائز قبضہ تمام مسائل کی بنیادی وجہ ہے۔ افغانستان میں قیام امن اور قابض فوج کا انخلا لازم و ملزوم ہے۔ قابض فوج کے انخلا سے امن اور استحکام کے لیے عملی مواقع پیدا ہوں گے۔ اب بھی افغانستان میں امن ایک منصوبے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ امریکا اور اس کے کچھ اتحادی حقیقی امن کے بجائے امارت اسلامیہ کو سرنڈر کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں امارت اسلامیہ کو عسکری محاذ پر کمزور کر کے پھر ایک مضبوط مؤقف کے ساتھ اس کو مذاکرات پر مجبور کیا سکتا ہے۔ یہ خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ محترم شیر محمد عباس کی سربراہی میں وفد نے ماسکو کانفرنس میں شرکت کی۔ کانفرنس کے بعد انہوں نے میڈیا کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ امریکا کی مرضی ہو یا نہ ہو، اس کو افغانستان سے جانا پڑے گا۔ افغانستان افغان عوام کا گھر ہے، امریکیوں کا نہیں۔ اگر امریکی فوجی رضاکارانہ طور پر انخلا نہیں کریں گے تو انہیں زبردستی بے دخل کریں گے۔ امریکی حکام ڈیڑھ یا دو لاکھ افغانوں کو ڈالر اور مراعات دیتے ہیں، جب کہ باقی تین کروڑ چالیس لاکھ افغان عوام امریکی جارحیت کے خلاف ہیں۔ وہ امارت اسلامیہ کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔

تجزیہ کاروں اور عسکری ماہرین کے مطابق بلاشبہ ماسکو کانفرنس سے امریکا کی خود غرضی کو دھچکا لگا ہے۔ کیوں کہ امریکا افغان تنازع کے حوالے سے کسی کو مفاہمت کے لیے کردار ادا کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس نے سب کچھ اپنے اختیار میں رکھا تھا۔ اسی طرح کابل انتظامیہ کو بھی نقصان ہوا۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو افغانستان بارے کانفرنس منعقد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ ماسکو اجلاس میں کابل انتظامیہ کی حیثیت اور کردار اتنا کمزور اور پھیکا تھا کہ وہ اپنے مؤقف کا دفاع کرنے سے بھی قاصر تھی۔ جب کہ امارت اسلامیہ کے وفد نے اجلاس کے دوران اور اس کے بعد اپنے مؤقف کا بھرپور دفاع کیا۔ ان کے دلائل سے ثابت ہوا کہ افغانستان کے 75 فیصد رقبے پر ان کا کنٹرول ہے۔ داعش امریکی منصوبہ ہے۔ اس کو کابل انتظامیہ کی انٹیلی جنس کی حمایت حاصل ہے۔

امریکا کا انتخابی ڈرامے پر زور

شاہد غزنوی

تین سال کی تاخیر کے بعد امریکا اور کابل انتظامیہ نے کابل سمیت چند دیگر صوبوں کے مراکز میں پارلیمانی انتخابات کے نام پر ڈرامے رچایا۔ تاہم انہوں نے اس ڈرامے کے لیے بھاری قیمت ادا کی۔ ان انتخابات سے قبل قندھار اور ہرات میں ایک سینئر امریکی کمانڈر سمیت متعدد اعلی حکام ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اسی طرح قندھار میں جنرل عبدالرازق کی ہلاکت سے امریکا کو بڑا دھچکہ لگا ہے۔ اس نے افغانستان میں ایک وفادار ایجنٹ کھو دیا ہے۔ جنوبی صوبے ہلمند میں کمیونسٹ رہنما جنرل عبدالجبار قہرمان ہلاک ہوا اور اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں دس نامزد امیدواران نشانہ بن گئے۔ عوام نے انتخابات کا بائیکاٹ کر کے امریکی ڈرامہ مسترد کر دیا۔ کابل انتظامیہ پر بھی واضح کر دیا کہ افغان عوام ہرگز ان لوگوں کو اپنے نمائندوں کے طور پر تسلیم نہیں کرتے، جو قابض قوتوں کی جانب سے عوام پر مسلط کیے جاتے ہیں۔

حملہ آوروں اور ان کے حامیوں کے جانی اور مالی نقصان کے علاوہ مجاہدین نے ملک کے 34 صوبوں میں انتخابات کے دن سیکڑوں حملے کیے، جن کے باعث جعلی انتخابات کا ڈرامہ ناکام رہا۔ ہر جانب خوف و ہراس تھا۔ جس کے باعث انتخابی عملے نے پولنگ اسٹیشنز کا رخ کرنے سے گریز کیا۔ جب کہ کئی جگہوں پر دوپہر کے بعد انتخابی عملے نے محض حاضری لگائی اور عوام نے ووٹ کاسٹ نہیں کیا، جس کی شکایت تمام سیاسی جماعتوں نے کی ہے۔ اس تمام تر صورتِ حال کے باوجود امریکا نے اشرف غنی کو کامیاب ڈرامے کے انعقاد پر مبارک باد دی اور انتخابی عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچانا جمہوریت کے استحکام کے لیے نیک شگون قرار دیا۔

اگرچہ کابل انتظامیہ نے بھی اعتراف کیا کہ پارلیمانی انتخابات میں عوام کی اکثریت نے حصہ نہیں لیا۔ کابل انتظامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں الیکشن کمیشن نے جو پولنگ اسٹیشنز قائم کیے تھے، الیکشن کمیشن نے 550 سے زائد پولنگ اسٹیشنز سیکورٹی خطرات کے پیش نظر بند کر دیے تھے۔ جہاں انتخابات ہوئے، وہاں دھاندلی، انتظامی اور تکنیکی مسائل کی وجہ سے بہت مشکلات تھیں۔ الیکشن کمیشن کے اعلامیے کے مطابق 8 ہزار سے زائد شکایات الیکشن کمشنر کو موصول ہوئی ہیں۔ افغانستان کے اہم صوبے غزنی میں بالکل انتخابات نہیں ہوئے۔ جب کہ قندھار میں جنرل عبدالرازق کی ہلاکت کی وجہ سے ایک ہفتے کے لیے انتخابات کو مؤخر کر دیا گیا۔ ان تمام تر مسائل اور مشکلات کے باوجود امریکا نے الیکشن کو کامیاب قرار دیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اشرف غنی نے اپنے دورِ حکومت کے چار سال کے دوران فوجی، سیاسی اور انتظامی لحاظ سے کوئی ایسی کامیابی حاصل نہیں کی، جو دنیا اور افغان عوام کے سامنے پیش کی جا سکے۔ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے ٹی وی چینلز نے کابل اور چند بڑے شہروں کے ریڈ زون میں قائم پولنگ اسٹیشنز کے باہر لائنوں میں کھڑے لوگوں کے مناظر بار بار دکھائے اور یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی کہ عوام نے انتخابات میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ لہذا یہ انتخابات کامیاب اور اشرف غنی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ امریکا نے اس لیے انتخابات کو کامیاب قرار دیا کہ وہ اس کی آڑ میں ان افراد کو پارلیمنٹ بھیجنے کی کوشش کرے گا، جنہوں نے اس سے پہلے افغانستان میں امریکی جرائم کی مکمل حمایت کی تھی۔ اب بھی امریکی خدمت میں پیش پیش ہیں۔ جعلی انتخابات میں امریکا کے منظورِ نظر افراد منتخب ہوں گے۔ خواہ ایک امیدوار کتنے زیادہ ووٹ حاصل کرے، لیکن کامیابی کا نوٹیفکیشن اس شخص کا جاری کیا جائے گا، جو امریکی فہرست میں شامل ہو۔

رواں سال کے دوران ٹرمپ کی جنگی حکمت عملی کے سلسلے میں امریکی طیاروں کے فضائی حملوں میں ہزاروں شہری شہید اور زخمی ہوئے تو پارلیمنٹ کے کچھ ارکان نے سیکورٹی معاہدے پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا۔ امریکی جرنیلوں کو ایسے مطالبات ہرگز قابل قبول نہیں ہیں۔ لہذا امریکا نے کابل انتظامیہ کو ٹاسک دیا کہ وہ پارلیمانی انتخابات کے انعقاد کے لیے فوری اقدامات کرے۔ پارلیمنٹ کی مدت تین سال قبل پوری ہو چکی تھی، مگر اشرف غنی نے انتخابات کرانے سے انکار کر دیا تھا۔ جب امریکا نے ہدایت کی تو اشرف غنی نے بھی انتخابات کی تاریخ کا اعلان کر دیا۔ ان انتخابات کے نتیجے میں ان افراد کو منتخب کیا جائے گا، جن کی فہرست امریکی فوج نے الیکشن کمیشن کو فراہم کی ہے۔ تمام سیاسی جماعتوں نے انتخابات کو مسترد کر دیا ہے۔ مگر وہ امیدوار منتخب کہلائے جائیں گے، جو پارلیمنٹ میں امریکی فوج کے جرائم پر تنقید اور احتجاج کرنے کی جرات نہ کریں۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں امریکا نے اپنے مفاد کے لیے پارلیمانی انتخابات کے نام پر ڈرامہ رچایا۔ اس ڈرامے میں کامیاب امیدوار منتخب عوامی نمائندے نہیں، بلکہ امریکی جارحیت پسندوں کے ملازم ہوں گے، جو امریکی فوج کے جرائم کو جواز فراہم کرنے کے لیے کردار ادا کریں گے۔

قرآن مجید کا فلسفۂ کامیابی اور امارت اسلامی کی فتح

ڈاکٹر عمر منصور

صلیبی جنگوں کی تاریخ میں افغانستان کی سرزمین پر امریکی افواج کی شکست مغربی ممالک میں ایک بڑی ناکامی تصور کی جاتی ہے، گذشتہ اسلامی اور کفری جنگوں میں مسلمانوں کا مدمقابل اکثر بعض کفری طاقتیں ہوا کرتی تھی، مگر اس بار اسلامی امارت کو گرانے کے لیے دنیا بھر کی تمام کفری طاقتوں نے اپنے بھرپور لاؤ لشکر کے ساتھ امارتِ اسلامی افغانستان کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر اپنی من مانی حکمرانوں کی راج قائم کرنے کا عزم کیا ہوا تھا۔ اس مقصد کے لیے نیٹو اور نان نیٹو تمام ممالک کی افواج اور دنیا بھر کے تمام ممالک کی تائید لے کر امارتِ اسلامی پر شب خون مارا گیا۔ سیاسی، جنگی، اقتصادی، مذہبی اور میڈیائی وار کو استعمال کرکے مٹھی بھر نہتے، بے سروسامان، روسی اور باہمی جنگوں کے زخمی مسلمانوں کی کو نشانہ بنایا گیا۔

اس بار دنیا بھر کے کفری یلغار کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد تھا کہ ہر میدان پر امارتِ اسلامی کے نظریہ کو ختم کرکے اپنا وضعی نظام متعارف کرایا جائے اور اس مقصد کے حصول کے لیے سب سے پہلے سیاسی میدان میں امارت اسلامی کو تنہا کیا گیا، حتیٰ کہ ان سے بات کرنا اور ان کی صفائی پیش کرنے پر بھی گوانتاناموبے جانے کا پروانہ ملتا تھا۔ جب کہ داخلی سطح پر امارت اسلامی کے عوام میں انتشار، تناؤ اور افراتفری پھیلانے کے لیے ہر طرح کی کوششوں سے بھی دریغ نہیں کیا گیا اور مختلف ناموں (اربک، پولیس، ملی اردو) پر امارت کے خلاف سیکورٹی فورسز تشکیل کرکے افغانی عوام کو باہمی مشت وگریبان کرنے اور تقسیم در تقسیم کے فلسفے پر عمل کیا گیا۔

ان تمام مراحل میں ناکامی کو منہ دکھانے کے بعد امارت اسلامی کو شکست وریخت کا خواب دیکھنے والے کفری یلغار نے اپنی ایک پرانی آزمودہ وار کو نئے لبادے میں پیش کرکے حملہ کیا اور امارت میں علمِ بغاوت بلند کرنے کی ٹھانی، اس اندرونی سازش سے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی، مگر قرآنی تعلیمات کو سینوں سے تھامے ہوئے اللہ کے سپاہی طالبان نے تقویٰ اور طہارت کا عملی نمونہ پیش کرکے اتفاق و یگانگت کی ایسی تاریخ رقم کردی، جس نے مدینہ کی یاد تازہ کردی اور کفر کو اس بار بھی منہ کی کھانی پڑی۔

کفر کے دسیسہ سازیوں اور سازشی دماغوں نے جنگی محاذوں پر امارت اسلامی کو شکست دینے میں ناکامی کے بعد سیاست کے شناوروں کو ٹاسک دیا، تاکہ اپنی مکر وفریب کی تاریخی تجربہ سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھایا جائے اور اپنی جنگی غرور کے خاک میں مل جانے اور سپرپاور کے بدمست ومتکبر ہاتھی کو نکیل دینے والوں کو مذاکرات کی میز پر شکست تسلیم کرکے عالمی مغربی، کفری اجارہ داری کو سرزمین افغان پر دوام بخش دے، مگر قرآنی نصوص کو دلوں میں جگہ دینے والوں نے عہد صحابہؓ میں روم وفارس کے ساتھ جس انداز میں گفتگو کی، وہی گفتگو، وہی انداز، وہی لب ولہجہ افغانی عوام کی منتخب اور شرعی حکومت "امارت اسلامی" میں دیکھنے کو ملا، جنھوں نے وسعتِ ظرفی کا مظاہرہ کرکے نہ صرف صلح کی عالمی پیغام کو قبول کیا، بلکہ اپنے پیشرو امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے طرز پر اپنے افغان بھائیوں، گرد وپیش کے پڑوسی ممالک کو اپنی اولوالعزمی، نکتہ سنجی، دقتِ نظری اور بالغ بینی کے وہ جوہر دکھائے، جن کے پیش کرنے سے نسلِ انسانی کی تاریخ خاموش نظر آتی ہے، کفری یلغار کے دھوکہ میں پھنسنے والے امارت اسلامی کے خلاف جنگ لڑنے والے مسلمان سادہ لوح افغان فوجیوں کو کھلی عام معافی اور عزت وتوقیر کی پیش کش نے نہ صرف افغان مسلمان کی واحد منتخب ریاست ہونے کا ثبوت دیا، بلکہ تعلیمی، تدریسی، معاشرتی میدانوں میں بھی وہ کارنامہ ہائے انجام دیئے، جن کے کرنے کے لیے بھاری پروٹوکولز، پرکشش تنخواہیں اور بیش بہا عہدوں کی ضرورت ہوتی ہے، مگر "للہ فی اللہ" طالبان بھائیوں کی اس بے لوث خدمت نے امریکہ چاپلوس حکومت کی بے وقعتی اور امارت کی دیدہ رسی کے سامنے عالمی اداروں نے بالاخر گھٹنے ٹیک دیئے اور افغانی حکومت سے مذاکرات کے بجائے امریکہ کی مجوزہ کمیٹی برائے صلح کو وجود دیا گیا، جس میں امریکہ کے منتخب نمائندے ڈاکٹر زلمے خلیل زاد کو بااختیار بنایا گیا، جب کہ باوثوق ذرائع کے مطابق امریکی سربراہ ٹرمپ نے اپنے فوجیوں کو فون کرکے کہا ہے کہ عنقریب ایک نئی خوشخبری سننے کو ملے گی۔

اس خبر سے جہاں امریکی بوکھلاہٹ کا شکار ہونے والی فوج کی دادرسی اور حوصلہ دہی مقصود تھی وہی اپنے شکست کا اعتراف اور افغانستان میں امارت اسلامی کو افغانی عوام کی تمناؤں کو تسلیم کرنے کا بھی عندیہ ہے۔

درحقیقت اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی کا راز قرآنی اصولوں کی اطاعت اور کفری قوانین سے بے رخی ایک اہم اصول ہے، جس کی روشنی میں دورِ صحابہ میں بھی مسلمانوں کی فتح وابستہ تھی اور آج بھی اگر ان اصولوں کو حرزِ جاں بنایا جائے اور اس آیتِ مبارکہ پر عمل کیا جائے، تو یقیناً کامیابی امتِ مسلمہ کے پاؤں چومے گی، فرمایا:

ترجمہ: مومنو! اگر تم کافروں کا کہا مان لوگے تو وہ تم کو الٹے پاؤں پھیر (کر مرتد کر) دیں گے پھر تم بڑے خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ (یہ تمہارے مددگار نہیں) بلکہ خدا تمہارا مددگار ہے اور سب سے بہتر مددگار ہے۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھادیں گے کیونکہ یہ خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں جس کی اس نے کوئی بھی دلیل نازل نہیں کی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

سعودیہ کے حالات اور نجات کا راستہ

حسن زوی

سعودیہ بارے ڈونلڈ ٹرمپ کی توہین آمیز گفتگو اسلامی ممالک پر مسلط حکمرانوں کی کمزوری، بزدلی اور فکری غلامی کو واضح کرتی ہے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے مسیسپی ریاست میں ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکی فوج کی حمایت کے بغیر سعودی حکومت دو ہفتے بھی نہیں چل سکتی۔ امریکا سعودیہ کی حفاظت کرتا ہے۔ انہوں نے مزید واضح کیا کہ سعودیہ کو ہماری حمایت کا معاوضہ ادا کرنا چاہیے۔ وہ معاوضے کے بغیر ہماری مزید حمایت حاصل نہیں کر پائے گا۔

سعودی شاہی خاندان میں شدید اختلافات اور بغاوتوں کی خبریں مسلسل آرہی ہیں۔ کچھ عرصہ قبل حکومت کی جانب سے شہزادوں کی گرفتاری اور جیلوں میں ڈالنا اور محمد بن سلمان پر فائر نگ کی خبروں نے قدامت پسند سلطنت کی بنیادیں ہلا ڈالی ہیں۔ شاہی خاندان کے تمام افراد یہ جانتے ہیں کہ سعودی عرب پر محمد بن سلمان کا تسلط امریکا کی سازش ہے۔ شہزادوں کی گرفتاری اور دیگر بڑے نقصانات سے بھرپور فیصلے امریکی ایما پر کیے جاتے رہے ہیں۔ امریکا سمیت پورا مغرب محمد بن سلمان کی موجودگی کو اپنے لیے مفید جانتا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ امریکا اور دیگر مغربی ممالک کی حمایت نہ ہو تو شاہی خاندان کے اختلافات بہت جلد اس سلطنت کا خاتمہ کر دیں گے۔

سعودی عرب اپنی خارجہ پالیسی میں بھی شدید ناکامیوں کا شکار ہے۔ شام میں بشار الاسد کا خاتمہ سعودی عرب کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ بشار الاسد حکومت کے خلاف سنی مسلمانوں کی جانب سے مزاحمت کے آغاز کے بعد سعودی عرب نے اپنی توجہ اس جانب موڑ دی اور امریکی خواہشات کے مطابق اپوزیشن کے نام پر قائم ہونے والے بڑے مسلح گروپ کے ساتھ 7 سال تک اس امید پر بہت زیادہ تعاون کیا کہ شاید امریکی حمایت کی وجہ سے اپوزیشن کامیاب ہو جائے۔ سعودیہ نے بہت زیادہ کوشش کی، مگر وہ ناکام رہا۔ اب حالت یہ ہے کہ بشار الاسد انتظامیہ دوبارہ مضبوط ہونے لگی ہے۔ اپوزیشن کے مسلح افراد آہستہ آہستہ مقابلے کی سکت کھو رہے ہیں۔ بشار الاسد فوج ان کے خلاف جنگ آگے بڑھا رہی ہے۔ تقریبا تمام مقبوضہ مقامات واپس لے لیے ہیں۔ جو مقامات ان کے زیر قبضہ ہیں، ان میں بھی مسلح افراد بشار الاسد کی فوج کے محاصرے میں ہیں۔ یہ خطرہ دن بدن بڑھ رہا ہے کہ ان مقامات پر بشار کی فوج روس اور ایران کے تعاون سے اچانک شدید زمینی اور فضائی حملے کر دے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو اس سے عوام کا قتل عام بھی ہو گا اور ایک بڑا انسانی المیہ سامنے آنے کا اندیشہ ہے۔

سعودیہ یمن میں بھی حوثیوں کے مقابلے میں براہ راست جنگ میں مصروف ہے۔ سعودیہ یمن میں اپنی حامی حکومت کا دفاع اپنے لیے ضروری قرار دیتا تھا۔ چناں چہ اسی لیے حوثیوں کے خلاف اسلامی ممالک کا فوجی اتحاد قائم کیا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ بہت کم وقت میں اس گروپ کو ختم کر دیا جائے گا۔ اب تین سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ اربوں ڈالر صرف کیے جا چکے ہیں۔ صاحب ثروت لوگوں پر غربت، بھوک اور قحط مسلط ہو گیا ہے۔ یمن سعودیوں کی بمباری سے کھنڈر بن گیا ہے۔ بے گناہ بچوں اور خواتین سمیت ہزاروں بے گناہ یمنی ہلاک ہو گئے۔ جس کی وجہ سے سعودیہ مزید ہوا ہے۔ ان تمام مادی اور نفسیاتی نقصانات کے باوجود سعودیہ یمن میں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنے میں ناکام ہے۔ باوجود یہ کہ سعودیہ یمن کے 70 فیصد حصے پر قابض ہے۔ یہ سعودیہ کے لیے ایک قابل ذکر کامیابی تھی، مگر سعودی معیشت کو جنگ میں جو نقصان پہنچا ہے، وہ ناقابل تلافی ہے۔

متحدہ عرب امارت جیسے ممالک بھی اس جنگ میں شریک ہیں، مگر اس جنگ کے تمام مصارف سعودیہ نے اپنے ذمے لے رکھے ہیں۔ سعودیہ اب تک اس جنگ میں 216 ارب ڈالر صرف کر چکا ہے۔ یہ بہت بڑی لاگت ہے۔ اس جنگ کے روزانہ

کے مصارف 20 ملین ڈالر تک پہنچ گئے ہیں۔ مسلسل اتنی بڑی مقدار میں مصارف معیشت کے لیے قابل برداشت نہیں ہیں۔اب اس جنگ کا قابل تشویش پہلو یہ ہے کہ اسے جاری رکھنا بہت بڑے مالی نقصان کا باعث ہوگا۔اسے روکنا اور اس سے دست بردار ہونا بھی ناکامی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ سعودیہ کے دوسرے پڑوسی ملک قطر سے بھی تعلقات خراب ہیں۔ قطر خلیجی اتحاد کا اہم رکن اور حوثیوں کے خلاف اتحاد میں شامل تھا۔ جب گزشتہ سال ٹرمپ نے سعودیہ کا دورہ کیا اور سعودی شاہ نے ٹرمپ سے ملاقات کے لیے اسلامی ممالک کے سربراہان کو جمع کیا تو قطر کا بادشاہ نہ صرف اس اجتماع میں موجود تھا، بلکہ وہ ان لوگوں میں تھے، جنہیں ٹرمپ سے ملنے کا موقع دیا گیا تھا۔اس اجلاس کے تقریبا بیس روز بعد اچانک سعودیہ اور اتحادیوں نے یہ کہہ کر قطر کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا کہ قطر ان کے داخلی معاملات میں مداخلت کرتا ہے۔دہشت گردوں سے تعاون کرتا ہے۔

اتحادیوں کا خیال تھا کہ قطر اس کی تاب نہ لا سکے گا۔اقتصادی اور سیاسی بحران کا شکار ہو کر بہت جلد ان کے تمام مطالبات تسلیم کر لے گا۔ مگر انہوں نے جس طرح سوچا تھا، ویسا نہ ہوا۔ قطر کی سیاسی اور اقتصادی حالت معمول کے مطابق ہے۔وہ کسی بحران کا شکار نہیں ہے۔ قطر صرف سعودیہ سے زمینی سرحد رکھتا ہے۔ بقیہ تینوں اطراف سے پانیوں میں گھرا ہوا ہے۔اب سعودیہ نے ارادہ ظاہر کیا ہے کہ قطر کے ساتھ اپنی سرحد ختم کرے اور قطر کو ایک جزیرے میں بدل دے۔ وہ اس کے لیے 60 کلو میٹر طویل اور 200 میٹر عریض نہر کھودے گا۔ جس پر 700 ملین ڈالر کے مصارف آئیں گے۔ قطر نے سعودیہ کے اس ارادے کے مقابلے میں کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا ہے۔ قطر جانتا ہے کہ 15 سالوں سے بند سرحد پر نہر بنانے سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔اس سے سعودیہ کے 700 ملین ڈالر ہی ضائع ہوں گے اور وہ دنیا میں مزید بدنام ہوگا۔

اقتصادی، سیاسی اور عسکری لحاظ سے خطے کا ایک اہم ملک ایران کے ساتھ سعودیہ کے سفارتی تعلقات منقطع ہیں۔ان دونوں کے خراب تعلقات نے پورے خطے کو متاثر کیا ہے۔ مبصرین کے مطابق جنگوں اور بدامنی کی سب سے بڑی وجہ بھی ان ممالک کی باہمی دشمنی ہے۔اس خرابی کی بنیادی وجہ دونوں کے اپنے اپنے سیاسی و مذہبی مفادات ہیں۔البتہ تعلقات کی خرابی میں سعودی رنگ بازی یہ ہے کہ وہ اس لیے بہت جلد ایران سے دشمنی کرتا ہے کہ ممکن ہے امریکا ایران پر حملہ کر دے۔ حالانکہ امریکا کی ایران بارے پالیسی انتہائی منافقانہ ہے۔

امریکا نے عربوں کے لیے ایران کو بہت بڑی بلا بنا کر پیش کیا ہے۔ایران اتنی بڑی عسکری قوت نہیں، جتنا امریکا اسے قرار دیتا ہے۔امریکا ایرانی شرارتی مزاج کی بنیاد پر عرب میں اپنی موجودگی چاہتا ہے۔ جب کہ عرب حکمران کسی اور سوچ میں غرق ہیں۔

1932ء سے سعودیہ پر آل سعود کی حکمرانی ہے۔ حکومت مختلف ادوار میں بہت سے داخلی اور بیرونی مسائل کا شکار رہی ہے۔گھر کے اندر سعودی بادشاہ کا قتل کیا گیا۔ سعودی عرب کبھی عالمی میدان میں ایسا نہیں گھرا کہ اسے نکلنے کا راستہ سجھائی نہ دے۔اب وہ ایسی مشکلات کا شکار ہوا ہے کہ نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا۔ سعودی بادشاہت کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ شہزادے ولی عہد کی کرسی تک پہنچنے سے پہلے طویل عرصے تک مختلف مناصب پر رہتے۔ پھر ولی عہد کی کرسی پر بھی وہ بڑا عرصہ رہتے تو ان کی اچھی طرح سیاسی تربیت ہو جاتی۔ بڑے تجربے کے بعد وہ بادشاہ بنتے تو اس کے فیصلے بھی درست رہتے۔ محمد بن سلمان کسی تجربے کے بغیر کم عمری میں اس منصب پر فائز ہو گئے تو امریکا اور دیگر مغربی قوتوں کو سعودیہ میں ایسا رہنما مل گیا، جس نے ملک کی پرانی پالیسی مسترد کر دی اور بہت سے ایسے اقدامات کیے، جن کے نتیجے میں مشرق وسطی میں مغربی منصوبوں کے نفاذ کے لیے راہ ہموار ہو گئی۔ بہت کم عرصے میں ملک کے اندر اور باہر مقابلے کے بہت سے میدان کھول لیے۔ پہلے تمام اہم کام مشاورت سے ہوتے تھے۔ محمد بن سلمان نے مشاورت کا خاتمہ کر کے سب کچھ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

اگر سعودی بادشاہ نے جرات سے کام لیا اور محمد بن سلمان کو معزول کر کے شاہی خاندان کے اہم ارکان کو راضی کر لیا تو یہ ان کا دانش مندانہ اقدام ہوگا۔اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ سعودیہ اپنی داخلہ و خارجہ پالیسی پر نظر ثانی کرے۔ بلا استثناء تمام مسلم ممالک کے ساتھ اپنے روابط درست کرے۔

امریکی شکست کی دردناک کہانی

ہارون بلخی

افغان سرزمین پر سترہ سال قبل امریکی قیادت میں جدید ہتھیاروں اور ٹیکنالوجی سے لیس 49 ممالک نے جارحیت کی۔ خون کی ندیاں بہادی گئیں۔ لاکھوں نہتے شہری شہید، زخمی، اپاہج، قیدی اور گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیے گئے۔ جب 2001ء کو امریکا افغانستان پر حملہ آور ہوا تو تب بھی بعض بیرونی سیاسی رہنماؤں اور غیر جانب دار تجزیہ کاروں نے صدر جارج بش کی اس فوجی یلغار کو اپنی دفاعی طاقت کے غرور و تکبر کے مظاہرے کا جارحانہ انداز قرار دیا تھا۔ نائن الیون کے واقعات میں امارت اسلامیہ یا کوئی افغان شہری ملوث نہیں تھا۔ اسی روایت کے تحت افغانستان میں امارت اسلامیہ کی حکومت اور مجاہدین کی سیاسی قیادت امریکا کو کسی صورت قبول نہیں تھی۔ تاکہ طالبان کو اقتدار سے محروم کر کے من پسند مقامی کٹھ پتلیوں کو عہدوں پر فائز کر دیا جائے۔

افغان عوام کی تاریخ گواہ ہے کہ یہ بہادر قوم کسی حملہ آور غاصب کے سامنے نہیں جھکی۔ ہمیشہ استعمار کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ افغانستان ایک پسماندہ ملک ہے۔ مالی وسائل اور مادی مصنوعات کی کمی کے باوجود یہاں کے عوام بہت جرات مند، بہادر، جفاکش اور غیرت مند ہیں۔ یہ لوگ اپنی سرزمین کے تحفظ، آزادی اور خودمختاری کی خاطر اپنی قیمتی جانیں ہمہ وقت ہتھیلیوں پر لیے پھرتے ہیں۔ آخرکار خالی ہاتھ افغانوں نے اپنے آباؤاجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سروں پر کفن باندھ کر استعمار کے خلاف امارت اسلامیہ کی قیادت میں جہاد کا آغاز کیا۔ بیرونی واندرونی دشمن پر حملے کرتے ہوئے ہزاروں جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ جس کے نتیجے میں دشمن نے اپنی شکست تسلیم کی اور مذاکرات کے لیے آمادگی ظاہر کی۔

امارت اسلامیہ نے اپنی دور حکومت میں امریکا کو بار بار مسائل بات چیت اور افہام و تفہیم سے حل کرنے کی پیشکش کی۔ لیکن امریکا کسی صورت مجاہدین کے ساتھ گفتگو پر آمادہ نہ تھا۔ امریکا اور اس کے اتحادی صرف طاقت کی زبان بولتے رہے۔

جب افغان امارت اسلامیہ نے بیرونی افواج پر خونریز حملوں کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ سترہ سال جاری رہا تو دشمن نے اپنی شکست مان کر مذاکرات پر رضامندی ظاہر کی۔ اس حوالے سے اعلی امریکی حکام نے بھی اعتراف کیا کہ افغان جنگ طاقت سے نہیں جیتی جاسکتی۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مذاکرات بہت ضروری ہیں۔ جنگ ایک گروہ سے نہیں، بلکہ ایک ملت سے لڑی جارہی ہے۔

امریکی ریاست انڈیانا کے ریاستی رکن سینٹ جیم بینکز کہتے ہیں کہ افغانستان کی حالت کی پہلے سے بہت خطرناک ہے۔ اس ملک میں امریکی افواج کی زندگی کو بہت خطرہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت زیادہ بدامنی کی وجہ سے امریکی فوجیں ہموی ٹینکوں کے بجائے ایک جگہ سے دوسری جگہ تک ہیلی کاپٹروں میں سفر کرتے رہتے ہیں۔ جیم بینکز اب سینٹ کے رکن ہیں۔ وہ اس سے قبل 2014 اور میں 15 افغانستان میں ڈیوٹی دے رہے تھے۔ امریکی اخبار نیویارک ٹائمز میں شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق افغانستان میں کامیابی حاصل کرنے کا یقین نہ رکھنے والے امریکی منتخب اراکین نے ٹرمپ انتظامیہ کو افغانستان میں طویل ترین جنگ پر شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ افغانستان میں جاری جنگ کی امریکا کے ٹیکس دہندگان کو ہر سال 45 ارب ڈالر قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ یہ جنگ مستقبل میں ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس سلسلے میں ری پبلکن سینیٹر رینڈ پال نے کہا کہ کروڑوں اربوں ڈالر افغان بے معنی جنگ پر ضائع کیے جارہے ہیں۔ ان کے مطابق ہم ایک کھائی میں پھنس گئے ہیں۔ اس سے نکلنے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ واشنگٹن پوسٹ نے پینٹاگون کے ایک عہدے دار کے حوالے سے رپورٹ شائع کی کہ افغان سکیورٹی فورسز کی ہلاکتوں میں اضافے نے بہت سوالات کو جنم دیا ہے۔ کیا صدر ٹرمپ اس جنگ کو جاری رکھیں گے؟ اسی طرح پینٹاگون کے سابق اعلی عہدے دار اور رانڈ

تحقیقاتی مرکز میں مشرق وسطی کے امور کے ماہر لوریل میلر نے کہا کہ 'افغان جنگ نشیب وفراز کی جنگ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے امریکا طالبان کو کسی صورت شکست نہیں دی سکتا۔ اخبار کے مطابق امریکی فوجی کمانڈر جنرل اسکاٹ میلر افغانستان میں فوجی ذمہ داریاں نبھار ہے ہیں۔ وہ وہاں اسپیشل فورس اور ڈیلٹا فورس کی قیادت کر رہے ہیں۔

حال ہی میں ایک سر کردہ امریکی ریٹائرڈ جنرل ڈینیل بولگر نے اپنی چشم کشا کتاب 'ہم کیوں ہارے؟' میں ان غلطیوں کی نشان دہی کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ 'میں امریکا کا جرنیل ہوں اور میں دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ ہار چکا ہوں۔' موصوف معمولی جرنیل نہیں۔ وہ عراق اور افغانستان میں ان فورسز کے سربراہ رہے، جو عراقی وافغان افواج کو عسکری تربیت دیتی رہی ہیں۔ اسی طرح 2010ء میں امریکی فوج کے ڈپٹی چیف آف اسٹاف بنائے گئے۔ 2011ء میں افغانستان میں کمبائنڈ ٹرانزیشن کمانڈ کے سربراہ بنائے گئے۔ بیرونی ممالک پر لشکر کشی کے حوالے سے جنرل ڈینیل بولگر نے کہا 'دراصل جب ایک ملک میں بغاوت یا خانہ جنگی ہو تو اسے اس دیس کے باشندے ہی ختم کر سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ عسکری سے زیادہ سیاسی پہلو رکھتا ہے۔ میں نے آرمی اور کالجوں میں تعلیم پاتے ہوئے یہی سیکھا کہ ایک ملک کی فوج چاہے کتنی ہی بڑی اور تجربہ کار ہو، وہ دوسرے ملک جا کر خانہ جنگی پر قابو نہیں پا سکتی۔

انہوں نے مزید کہا کہ بدقسمتی سے مجھ سمیت تمام امریکی جرنیل یہ بنیادی بات بھول گئے۔ دراصل ہم غرور یا حد سے زیادہ خود اعتمادی میں مبتلا ہو بیٹھے۔ ہم نے سوچا ہمارے پاس جدید ترین اسلحہ ہے۔ ہم بہترین تربیت یافتہ فوجی رکھتے ہیں۔ انہیں عوام کی بھی حمایت حاصل ہے۔ لہٰذا اب ویت نام کے برعکس افغانستان وعراق جا کر انہیں کامیابیاں ملیں گی۔ ہم فراموش کر بیٹھے کہ روایتی جنگ اور خانہ جنگی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔' انہوں نے ایک جرنیل کی حیثیت سے تسلیم کر لیا کہ اسلامی دنیا اور مغرب کے درمیان تصادم کی جنگ جاری ہے۔ اس حوالے سے کہتے ہیں کہ 'امریکا ویورپی ممالک نے عالم اسلام میں جو جنگیں چھیڑ رکھی ہیں، وہ تشویش ناک ہیں۔ کئی ماہرین ان جنگوں کو 'صلیبی جنگیں' کہتے ہیں۔

دوسری جانب سروے کے عالمی ادارے پیو ریسرچ سینٹر نے اپنی رپورٹ میں انکشاف کیا کہ زیادہ تر امریکی شہری یہ سمجھتے ہیں کہ امریکا افغانستان میں جنگ ہار چکا ہے۔ امریکی فوج اپنے دعوؤں کے برعکس خاطر خواہ نتائج حاصل کرنے میں ناکام ہے۔ پیو ریسرچ سینٹر نے افغانستان میں سترہ سال سے موجود امریکی فوج کی کارکردگی اور نتائج بارے امریکا کی مختلف ریاستوں کے شہروں کی رائے لی ہے۔ جس کے حیرت انگیز نتائج سامنے آئے ہیں۔ سروے رپورٹ کے مطابق 49 فیصد شہری افغانستان میں امریکی جنگ کو ناکام سمجھتے ہیں۔ جب کہ 16 فیصد شہریوں نے کوئی رائے نہیں دی۔ تاہم 35 فیصد شہری امریکی جنگ کو کامیاب تصور کرتے ہیں۔ افغانستان پر امریکی حملے کے صحیح یا غلط ہونے پر امریکی قوم مکمل تذبذب کا شکار ہے۔ یہ تبدیلی ٹرمپ انتظامیہ کی پالیسیوں کے بعد سامنے آئی ہے۔

یورپی یونین نے بھی افغان جنگ جیتنے پر مایوسی ظاہر کی ہے۔ ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افغان تنازع حل کرنے کے لیے افہام وتفہیم بہت ضروری ہے۔ جنیوا میں ہونے والی کانفرنس میں اس کی یاد آوری کی جائے گی۔ اس سے دو روز قبل امریکی چیف آف آرمی اسٹاف جوزف ڈن فورڈ نے بھی کہا کہ امارت اسلامیہ کو جنگ کے ذریعے شکست نہیں دی جا سکتی۔ اگر ایک جانب اعلی امریکی حکام امارت اسلامیہ کے مجاہدین کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں تو دوسری طرف کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کے عہدے دار بھی اب اعتراف کر رہے ہیں کہ مزاحمت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ طالبان کو شکست دینا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس بارے کابل انتظامیہ کے نام نہاد امن کونسل کے نائب سربراہ حاجی دین محمد نے کہا کہ چند افراد سوچ رہے ہیں کہ طالبان موجودہ حکومت کے سامنے ہتھیار ڈال کر امریکا کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے۔ یہ ان کی خام خیالی اور بچگانہ سوچ ہے۔ اس وقت طالبان ملک کے ستر فیصد سے زائد رقبے پر قابض ہیں۔ دوسری جانب چیف ایگزیکٹو کے نائب محمد محقق نے مقامی ریڈیو سے گفتگو کرتے ہوئے کہ امریکا یہاں لڑنے سے بے بس ہو چکا ہے۔ وہ فرار کی راہ ڈھونڈ رہا ہے۔ حامد کرزئی کے دور میں قومی سلامتی امور کے سربراہ ڈاکٹر رنگین داد فر سپنتا نے ایک روز قبل کہا کہ:

اگر ہم چاہیں یا نہ چاہیں، طالبان آنے والے ہیں۔

امریکا طالبان کے سامنے سرنگوں

محمد عبداللہ

امریکا نے طاقت کے بل بوتے پر 7 اکتوبر 2001 کو جنگ زدہ افغانستان پر بلا جواز حملہ کیا۔ اسامہ بن لادن کا بہانہ بنا کر ایک غریب ملک پر چڑھائی کی حماقت کی۔ تب امارت اسلامیہ نے افغان تنازع افہام و تفہیم سے حل کرنے پر زور دیا تھا۔ امریکا طاقت کے نشے میں دھت ہو کر شرافت اور منطق کے بجائے طاقت کی زبان استعمال کرنے لگا۔ شمالی اتحاد کے جرائم پیشہ عناصر اور چند نام نہاد سابق جہادی لیڈروں کو ڈالر دے کر ان کا ضمیر خریدا گیا۔ جس پر امارت اسلامیہ نے نئے سرے سے جہاد کا علم بلند کر دیا۔ مجاہدین نے امریکی اور اجرتی فوج کو شکست دے کر نصف سے زائد رقبے پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ آج امریکی حکام بھی اعتراف کر رہے ہیں کہ طالبان کو شکست نہیں دی جاسکتی۔ افغان تنازع کا فوجی حل ممکن نہیں ہے۔ امریکی حکام طالبان سے امن کی بھیک مانگنے کے لیے ان کی چوکٹ پر حاضر ہوئے۔ قطر سیاسی دفتر میں امریکی خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد نے امارت کے سیاسی رہنماؤں سے ملاقات کی۔ ان کے کہنے پر ملا برادر اخوند کو رہا کیا گیا۔ جب کہ سیگار نے بھی رپورٹ شائع کی کہ ملک کے نصف سے زائد رقبے پر طالبان کا کنٹرول ہے۔

افغانستان پر جنگ مسلط کیے جانے کے 17 سال بعد امریکا کے سینئر فوجی کمانڈر نے اعتراف کیا ہے کہ ہم طالبان کو نہیں ہرا سکتے۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق جنرل آسٹن اسکاٹ ملر نے نیٹو کمانڈر کی کمان سنبھالنے کے بعد اپنے پہلے انٹرویو میں اعتراف کیا کہ افغان جنگ فوجی طاقت سے نہیں جیتی جاسکتی۔ امن صرف مسئلے کے سیاسی حل کے ذریعے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے امریکی ٹی وی این بی سی کو دیے گئے انٹرویو میں کہا کہ ممکن ہے جنگ میں طالبان بھی تھک چکے ہوں اور شاید وہ بھی مسئلے کے سیاسی حل کے خواہاں ہوں۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ طویل ترین جنگ میں حالیہ مہینوں کے دوران دیکھا جاسکتا ہے کہ صورت حال طالبان کے حق میں جارہی ہے۔ حتی کہ امریکی عسکری اندازوں میں بھی بتایا گیا ہے کہ کابل انتظامیہ کا ملک کے 50 فیصد سے کم رقبے پر کنٹرول ہے۔ بدترین صورت حال یہ بھی ہے کہ افغان فوج پر حملوں اور جانی نقصان میں اضافہ ہو چکا ہے۔

امریکی واچ ڈاگ ایجنسی کا کہنا ہے کہ امریکی حمایت یافتہ کابل انتظامیہ ملک کے بیشتر علاقے طالبان کے حق میں کھو چکی ہے۔ جب کہ جنگ میں سکیورٹی فوج کی ہلاکتوں کی شرح میں ریکارڈ اضافہ ہوا ہے۔ غیر ملکی میڈیا رپورٹ کے مطابق سیگار کی سہ ماہی رپورٹ میں کابل انتظامیہ کو درپیش بھارتی دباؤ کی نشان دہی کی گئی۔ جب کہ اسی دوران امریکا نے طالبان سے ابتدائی مذاکرات کے لیے رابطہ کیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق کابل انتظامیہ طالبان کے مقابلے میں زمینی کنٹرول کھونے لگی ہے۔ افغانستان کے مختلف اضلاع، عوام اور علاقوں پر کنٹرول کے لیے شدید مقابلہ دیکھا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ رواں سال طالبان ملک کے مغربی صوبوں فراہ اور غزنی پر کنٹرول حاصل کر چکے ہیں۔ اسی طرح انہیں دیگر علاقوں پر بھی واضح برتری حاصل ہے۔ واچ ڈاگ ایجنسی کے مطابق افغانستان کے لیے نیٹو کے ریزولٹ اسپورٹ مشن کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ حکومتی فوج اس سہ ماہی کے دوران ملک کے بیشتر اضلاع اور شہریوں پر اپنا اثر و رسوخ برقرار رکھنے میں ناکام رہی ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ ستمبر میں کابل انتظامیہ کا اثر و رسوخ 65 فیصد عوام پر تھا، جو اکتوبر 2017 تک مستحکم تھا۔ تاہم فراہ، غزنی، بغلان، فاریاب اور دیگر صوبوں میں ایک سال تک جاری رہنے والی لڑائی کے بعد کابل انتظامیہ کی گرفت کمزور ہوئی اور طالبان کے کنٹرول میں اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ افغانستان کے 55 فیصد پر طالبان کا کنٹرول ہے یا ان کا اثر و رسوخ ہے۔ سیگار نے اپنی رپورٹ میں ریزولٹ اسپورٹ مشن کے حوالے سے بتایا کہ یکم مئی سے یکم اکتوبر کے دوران افغان سکیورٹی فوج کی ہلاکتوں میں

گزشتہ برسوں کے مقابلے میں اضافہ ہوا ہے۔

کابل انتظامیہ نے رواں سال ریکارڈ تعداد میں ملک کے اضلاع سے اپنا کنٹرول کھو دیا ہے۔ امریکی کانگریس کو بھیجی گئی ایک سرکاری رپورٹ یکم جولائی سے 30 ستمبر 2018 کے دورانیے پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک خطرناک رجحان کی نشان دہی کی گئی ہے۔ افغان مصالحت کے خصوصی انسپکٹر جنرل 'ایس آئی جی اے آر' کی جانب سے امریکی کانگریس کے لیے ترتیب دی گئی سہ ماہی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افغانستان کے سکیورٹی اہل کاروں کی بڑی تعداد ملک کے اندر کئی علاقوں پر اپنا قبضہ بحال کرنے کے قابل نہیں ہے۔ رپورٹ کے مطابق اس دوران افغان فوج کے عہدے داروں کی بھی ریکارڈ اموات ہوئی ہیں۔ پینٹاگون کی جانب سے فراہم کی گئیں دستاویزات کا حوالہ دیتے ہوئے رپورٹ میں بتایا گیا کہ 'غیر مرتب ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ افغان نیشنل ڈیفنس سکیورٹی فوج (اے این ڈی ایس ایف) نے اس سہ ماہی میں طالبان پر بہت کم دباؤ ڈالا یا کوئی بہتری نہیں حاصل کر سکی۔

دستاویزات کے مطابق 'اے این ڈی ایس ایف اضلاع، آبادی اور سرحدوں میں اپنے اثر یا کنٹرول حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ جب کہ طالبان کے زیر اثر اضلاع، آبادی اور سرحدوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ لڑائی میں تیزی آئی ہے۔ افغانستان کے حوالے سے اس رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ نیٹو کے تربیتی مشن کی واپسی کے ایک سال بعد 2015 سے طالبان نے اپنے کنٹرول کو وسعت دی ہے۔ دوسری جانب غیر سرکاری دستاویزت میں دعوی کیا گیا ہے کہ حکومت کو پینٹاگون کی معلومات سے زیادہ ایک بڑے حصے سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں۔ غیر جانب دار گروپ فاؤنڈیشن فار ڈیفنس آف ڈیموکریسیز کی جانب سے شائع ہونے والے دی لانگ جرنل کی رپورٹ کے مطابق افغانستان کے آدھے سے زیادہ اضلاع کی آبادی حکومتی کنٹرول سے باہر رہتی ہے۔

ایک ٹاک شو میں سیگار کی رپورٹ پر پارلیمنٹ میں دفاعی کمیٹی کے سربراہ ہاشم الکوزئی، دفاعی امور کے تجربہ کار جنرل امیر خیل اور سیکولر نوجوان نجیب ننگیال نے تبصرے کیے۔ نجیب ننگیال نے رپورٹ مسترد کرتے ہوئے کہا کہ طالبان تو کہیں نظر نہیں آرہے۔ ان کا وجود ہی نہیں ہے۔ جس پر دفاعی کمیٹی کے سربراہ ہاشم الکوزئی نے برجستہ جواب دیا کہ بیٹے آپ کس صوبے سے تعلق رکھتے ہیں؟ اس نے کہا کابل سے۔ الکوزئی نے استفسار کیا کہ آپ کبھی قندھار، ہلمند گئے ہیں؟ آپ کو معلوم ہے کہ صوبہ ہلمند کے 95 فیصد رقبے پر طالبان کا کنٹرول ہے۔ فراہ، اروزگان، غزنی اور زابل کے 80 فیصد سے زیادہ رقبے پر طالبان کا کنٹرول ہے۔ میں سیگار کی رپورٹ کو مسترد کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ملک میں حکومت نام کی کوئی چیز نظر نہیں آرہی۔ ملک کے 75 فیصد سے زائد رقبے پر طالبان کا کنٹرول ہے۔ اینکر پرسن نے نجیب ننگیال سے پوچھا کہ فراہ کے دارالحکومت میں ایک مجاہد فوجی اڈے میں بیٹھا ہوا تھا۔ جس کی ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی ہے۔ وہ پوچھ رہا ہے کہ حکومت کہاں ہے؟ ہم تو فوجی اڈے میں تربوز کھا رہے ہیں۔ قندھار، کابل شاہراہ پر عملا طالبان گشت کر رہے ہیں۔ جگہ جگہ ان کی چیک پوسٹیں قائم ہیں۔ جس پر نجیب ننگیال نے کہا کہ طالبان ہیں، لیکن نصف سے کم رقبے پر ان کا کنٹرول ہے۔ جس پر جنرل امیر خیل نے کہا کہ 80 فیصد سے زائد رقبے پر طالبان کا کنٹرول ہے۔ سیگار کی رپورٹ غلط ہے۔ میں کابل میں طالبان کو ٹیکس دیتا ہوں۔ انہوں نے نجیب ننگیال سے کہا کہ صوبہ میدان وردگ کابل سے 30 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ کل میرے ساتھ جائیں۔ آپ مین شاہراہ سے 10 قدم نیچے اتریں، آپ کو پتا چلے گا کہ یہاں کس کی حکومت ہے؟! پورے صوبے میں لوگ طالبان کو ٹیکس دیتے ہیں۔ میں نے گندم کا ٹیکس ادا کیا ہے۔ یہاں کابل میں لوگ طالبان کو ٹیکس دیتے ہیں۔ ریڈزون کے علاوہ کابل میں بھی نصف سے زائد طالبان حاکم ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ حکومت ہے اور نہ ہی ملک میں نظام قائم ہے۔ لوگ طالبان کی عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں۔ طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں امن ہے۔ لوگ خوش حال زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب کہ کابل انتظامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں بدامنی، اغواء برائے تاوان، کرپشن اور لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ ایک ادنی سپاہی سے لے کر چیف جسٹس تک سب کرپٹ ہیں۔ آپ ابھی سروے کریں، ملک کے دو تہائی عوام طالبان سے خوش اور حکومت سے ناراض ہیں۔ عوام کی حمایت طالبان کو حاصل ہے۔ ہم کیوں اور کب تک حقیقت چھپانے کی کوشش کرتے رہیں گے؟!

خاشقجی قتل کا اصل محرک اور ہدف

شہید زوی

سعودی حکومت اور حکومتی سربراہان کے مشہور نقاد سعودی نژاد امریکی صحافی جمال خاشقجی دو اکتوبر سے لاپتہ تھے۔ ان کے قتل کے حوالے سے سعودی عرب کے اعتراف کے بعد سعودی حکومت شدید مشکلات کا شکار ہے۔ ترکی کے شہر استنبول میں سعودی قونصل خانے میں خاشقجی کے قتل نے ترکی اور سعودیہ کے درمیان اُن خراب تعلقات سے بہت حد تک پردہ اٹھایا ہے، جن سے عام لوگ ناواقف تھے۔ ترک صدر طیب اردگان نے اعلان کیا ہے کہ جمال خاشقجی کے قتل کے حوالے سے حقائق پر مبنی تمام معلومات واضح کر دیں گے۔ انہوں نے ترک پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے خاشقجی کے قتل پر ناراضی کا اظہار کیا اور اسے منصوبہ بند قتل قرار دیا۔ منصوبہ بند قتل کا الزام ایسا ہے، جس میں سعودی رہنماؤں کو براہ راست نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس الزام کو سعودی رہنماؤں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ البتہ انہوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ یہ ان کی اجازت کے بغیر کیا جانے والا باغیانہ عمل ہے۔ دوسری جانب امریکی صدر ٹرمپ نے بھی ایک بار پھر اعادہ کیا ہے کہ وہ جمال خاشقجی کے قتل کے حوالے سے سعودیہ کی جانب سے پیش کی گئی وضاحتوں سے مطمئن نہیں ہیں۔ وہائٹ ہاؤس میں صحافیوں سے بات کرتے ہوئے ٹرمپ نے کہا کہ اب تک میں نے جو کچھ سنا ہے، میں اس سے مطمئن نہیں ہوں۔ مجھے توقع ہے اس حوالے سے مجھے اطمینان بخش معلومات دی جائیں گے۔

عالمی سطح پر شہرت رکھنے والے سعودی نژاد صحافی جمال خاشقجی 2 اکتوبر کو ترکی کے شہر استنبول میں سعودی قونصلیٹ میں داخلے کے بعد غائب ہو گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد ترکی نے کہا تھا کہ وہ قونصلیٹ میں داخلے کے بعد مار دیے گئے ہیں۔ ابتدا میں سعودیہ نے قونصلیٹ میں خاشقجی کے قتل کی تردید کر دی تھی۔ بعد ازاں اس نے تسلیم کر لیا کہ وہ قونصلیٹ میں ہی ہلاک ہوئے ہیں۔ البتہ انہوں نے کہا کہ یہ سب اعلیٰ حکام کی اجازت کے بغیر ہوا ہے۔ یہ کسی کا ذاتی اور باغیانہ اقدام ہے۔ سعودی وزیر خارجہ عادل الجبیر نے امریکی ٹی وی سی این این سے بات کرتے ہوئے کہا کہ یہ اقدام بڑی غلطی تھی۔ جس نے بھی کیا ہے، اس نے اپنی حدود سے تجاوز کیا ہے۔ ہم حقائق تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ مجرموں کو سزا دیں گے۔ ہم اس حوالے سے اپنی ذمہ داری نبھانے کو تیار ہیں۔ البتہ میں اتنا ضرور کہوں گا کہ محمد سلمان نے خاشقجی کے قتل کا حکم نہیں دیا اور نہ انہیں اس حوالے سے کچھ علم تھا۔ انٹیلی جنس اداروں کے ذمہ داروں کو بھی اس حوالے سے ذمہ دار نہیں ٹھہرایا گیا تھا۔

جب شاہ سلمان نے محمد بن نائف کی جگہ اپنے بیٹے محمد بن سلمان کو ولی عہد بنایا تو اسی وقت سے سعودی خارجہ و داخلہ پالیسی میں تشدد کا عنصر بڑھنے لگا ہے۔ چوں کہ سعودیہ کے تمام جارحانہ اقدامات میں امریکا اور مغرب کو اپنے مفادات نظر آرہے تھے، اس لیے انہوں نے اس پر آنکھیں بند رکھیں۔ بلکہ ایسے اقدامات اُنہی قوتوں کے ورغلانے پر کیے جاتے رہے۔ سعودیہ کی جارحانہ پالیسی کے حوالے سے مغرب کے اس رویے نے محمد بن سلمان کو ایک ڈیکٹیٹر کی شکل میں آزاد محسوس کیا تو اسی لیے ایک صحافی کا قتل (اگر واقعتاً انہوں نے یہ قتل کیا ہو) ان کے ہاں کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ مگر ان سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے یہ اقدام اپنے ملک اور اقتدار سے باہر طیب اردگان جیسے مضبوط حکمران رکھنے والے ملک میں کیا۔ دوسری خطا یہ تھی کہ یہ سب دوسروں کے ایما پر کچھ کیا گیا۔ اس لیے ہوشیار پرندے کی طرح اس کے دونوں پاؤں جام میں پھنس گئے ہیں۔

یاد رہے اس قضیے کو چھیڑنے کے لیے کچھ دن قبل امریکی انٹیلی جنس سی آئی اے کی سربراہ جینا ہیسپل نے بھی ترکی کا دورہ کیا اور وزیر خارجہ پومپیو نے سعودیہ کا دورہ کیا۔ وزیر خارجہ پومپیو نے وائس آف امریکا سے کہا کہ حقائق کا سامنے آنا اہم ہے۔

سعودیہ کو چاہیے اس مسئلے کی تہ تک پہنچے اور حقائق دنیا کے سامنے واضح کرے۔ کیوں کہ واقعہ ان کے قونصلیٹ میں پیش آیا ہے۔ میں نے اس دورے میں سعودی رہنماؤں کو بتا دیا ہے کہ امریکا اس کیس کو سنجیدگی سے لے رہا ہے۔ اگر سعودی حکومت خاشقجی کے قتل میں ملوث نکلی تو وہ امریکا کے شدید رد عمل کا شکار ہوگی۔ جب پومپیو سے سعودیہ کے حوالے سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ 1930 کی دہائی سے ہمارے اور سعودیہ کے درمیان اسٹریٹجک دوستی ہے۔ ہمارے ان سے گہرے اقتصادی تعلقات ہیں۔ وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہمارا سب سے اہم اتحادی ہے۔ انہوں نے ترکی بارے کہا کہ وہ ہمارا اہم اتحادی ہے۔ وہ نیٹو اتحاد کا اہم رکن ہے۔ ہمارے تعلقات میں کچھ مسائل ہیں، مگر ترکی بہت اہم اسٹریٹجک محل وقوع رکھتا ہے۔ ترکی یورپ اور وسطی ایشیا کے درمیان پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمیں ترکی سے اپنے تعلقات بہتر رکھنے چاہئیں۔ یہ ہم دونوں کے مفاد میں ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ خاشقجی کا قتل خطے کی سطح پر اتنا بڑا مسئلہ بن گیا ہے کہ تیل کی قیمتوں میں اضافے پر ایران پر لگنے والی پابندی اور خطے کے دیگر سیاسی مسائل پیچھے چلے گئے اور سیاسی حالات ہی بدل گئے ہیں۔

خاشقجی قتل کی خبر شائع ہونے کے دنوں میں امریکا کے مؤقف میں سعودیہ کے خلاف شدت نظر آرہی تھی۔ اب وہ سختی باقی نہیں رہی۔ مبصرین کو یقین ہے کہ ایسے دنوں میں جب امریکا نے ایران پر تیل کی فروخت پر پابندی عائد کردی ہے م، اگر امریکا خاشقجی کے قتل کو بھی ہوا دے تو اس کے اس دعوے پر سوالات اٹھیں گے کہ خطے میں تمام برائیوں کا منبع ایران ہے۔

یہ بات یقینی ہے کہ امریکا کی یہ نرمی بلا عوض نہیں ہوگی۔ سعودی حکومت سے اس بارے خفیہ معاملہ طے پاگیا ہوگا۔ امریکا اب سعودیہ کو اس بات پر مجبور کرے گا کہ تیل کی برآمد بڑھادے۔ ایران پر لگنے والی پابندیوں کے باعث عالمی مارکیٹ میں تیل کی کمی قیمت بڑھائے بغیر پوری کردے۔ علاوہ ازیں امریکا کے دیگر کئی مطالبے ہیں، جو وقت کے ساتھ سامنے آئیں گے۔ یاد رہے جب سے محمد بن سلمان بادشاہ بنے ہیں، ریاض اور انقرہ کے درمیان روابط خراب ہوگئے ہیں۔ چوں کہ دونوں فریق تعلقات کی خرابی کے بارے دنیا کو بتانا مفید نہیں سمجھ رہے تھے، اس لیے ایک دوسرے پر تنقید سے احتراز کرتے رہے۔ باوجود یہ کہ ترکی کو مشرق وسطی کا حصہ نہیں سمجھا جاتا، وہ یورپ اور مشرق وسطی کے درمیان پل کی حیثیت رکھنے کی وجہ سے مشرق وسطی کے حالات اور تبدیلیاں اس پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں۔ دوسری جانب یہ ایک اہم مسلم ملک ہے۔ اس لیے وہ مشرق وسطی میں اپنی حاضری اور اس کے حالات پر اثر اندازی کو لازمی سمجھتا ہے۔ ترکی یہ سمجھتا ہے کہ محمد بن سلمان امریکا کے اشارے پر ایران کے ساتھ ساتھ ترکی کو بھی مشرق وسطی سے باہر نکالنا چاہتا ہے۔ وہ مشرق وسطی کے فیصلے اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے، جس نے انقرہ اور ریاض کے تعلقات خراب کردیے گئے ہیں۔

تمام قرائن یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ یہ کام محمد بن سلمان نے کیا ہے، مگر اس میں امریکا کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ امریکی و اسرائیلی انٹیلی جنس اداروں نے سعودیہ اور ترکی کے خفیہ اور ظاہری اختلافات پر مسلسل نظر رکھی ہے۔ بہت باریکی سے منصوبہ مرتب کرکے اس پر عمل کیا گیا ہے۔ پلان پر عمل درآمد اس طرح کیا گیا کہ امریکا اور دیگر مغربی میڈیا میں یہ باتیں شائع کی گئیں کہ سعودیہ پر کچھ نرم تنقیدوں کے باعث شاید سعودی حکومت اب خاشقجی کو مزید برداشت نہ کرے۔ آثار ایسے نظر آتے ہیں کہ خاشقجی کو گرفتار کرلیا جائے گا۔ خاشقجی ایسی خبروں کے بعد خوف زدہ ہوگئے۔ چناں چہ وہ 2017 میں امریکا چلے گئے۔ انہوں نے امریکا میں خود ساختہ جلاوطنی کے ایام میں اپنی تحریروں میں سعودی حکومت اور خصوصا محمد بن سلمان کے خلاف نسبتاً محتاط انداز میں اپنا تنقیدی سلسلہ جاری رکھا۔ انہوں نے مشہور امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والی پہلی تحریر میں لکھا کہ انہیں حکومت کی جانب سے گرفتاری کے خطرات کا سامنا تھا۔ بس یہیں سے امریکا نے سعودی حکومت اور خصوصا محمد بن سلمان کے ذہن میں یہ بات ڈال دی کہ میڈیا کے میدان میں الجزیرہ کے بعد اگر کوئی سعودی حکومت کا مخالف ہے تو وہ جمال خاشقجی ہے۔

کہا جاتا ہے محمد بن سلمان کے ٹرمپ کے یہودی داماد جارج کشنر کے ذریعے امریکی اور اسرائیلی انٹیلی جنس سے گہرے تعلقات قائم ہوچکے ہیں۔ انہی انٹیلی جنس

اداروں نے محمد بن سلمان کو جمال خاشقجی سے نجات کا یہی راستہ بتایا ہوگا۔ یہ بھی کہا ہوگا کہ ہلاک کرنے کے لیے سب سے مناسب اور محفوظ جگہ ترکی ہے۔ امریکی انٹیلی جنس نے محمد بن سلمان کو خاشقجی کی ترکی آمد مکمل معلومات دی ہیں۔ انہی یقینی معلومات کی بنیاد پر ہی ترکی کے بقول سعودیہ نے اس کو مارنے کے لیے 2 اکتوبر کو خصوصی طیارے میں 10 سے زیادہ سعودی شہری بھیجے، جو قونصل خانے میں داخل ہوئے اور وہاں خاشقجی کو قتل کرنے کے بعد اسی روز واپس لوٹ گئے۔ امریکا اور اسرائیل نے اس ایک واقعے کے لیے بہت گہرائی سے سوچا ہوگا۔ اس واقعے سے انہوں نے اپنے تمام اہداف حاصل کر لیے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ سعودیہ کی کوشش ہے کہ امریکا کے علاوہ دیگر ممالک کو بھی سعودی عرب میں سرمایہ کاری کے لیے راغب کریں۔ اس مقصد کی خاطر بڑی اقتصادی کانفرنس بھی بلائی گئی تھی۔ یہ کانفرنس اس واقعے کے بعد بلائی گئی، مگر پوری طرح ناکام اس لیے رہی کہ اس واقعے کی وجہ سے امریکا اور یورپ کے علاوہ فرانس، برطانیہ اور جرمنی نے شرکت سے معذرت کر دی۔

اسی طرح سعودی عرب چاہتا ہے اپنے دفاع میں امریکا پر انحصار ختم کر دے۔ اپنی فوجی طاقت مضبوط کرنے کے لیے دیگر ممالک سے بھی اسلحہ اور دیگر عسکری وسائل خریدے۔ اس واقعے کے بعد اس راہ میں سعودیہ مزید مشکلات کا شکار ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مجبور ہے کہ امریکا پر انحصار برقرار رکھے۔ گزشتہ ماہ سعودیہ نے جرمنی کے ساتھ 480 ملین ڈالر کا اسلحہ خریداری کا معاہدہ کیا تھا۔ اس واقعے کے پیش آنے کے بعد جرمن چانسلر انجیلا مرکل نے اعلان کیا تھا کہ سعودی عرب کو اسلحہ فروخت کرنے کے معاہدے کو ختم کیا جا رہا ہے۔ سعودیہ کو مزید اسلحہ فروخت نہیں کر سکتے۔ سعودیہ دنیا بھر میں بداعتمادی کا شکار ہے۔ انسانی حقوق کے عالمی ادارے نے سعودی عرب سے مطالبہ کیا ہے کہ جلد از جلد خاشقجی کی لاش دکھائے، تاکہ اس کا طبی معاینہ کیا جا سکے اور واقعے کے اصل مجرموں کا علم ہو سکے۔ انسانی حقوق کے عالمی ادارے کی مشرق وسطی ڈیسک کی سربراہ سیما حدید نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کی انتظامی تحقیق و تفتیش ضروری ہے۔ واقعے کے حوالے سے سعودی عرب کی وضاحت قابل اعتماد نہیں ہے۔ سعودی حکام اس لیے جھوٹ بول رہے ہیں کہ عالمی طاقتوں کے دباؤ سے بچ جائیں۔ اس کے عالمی روابط اور اقتصادی مفادات کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

اگرچہ سعودیہ اور ترکی کے درمیان اختلافات ہیں۔ دونوں ممالک کے روابط بہت اچھے نہیں ہیں، مگر اس حد تک بھی خراب نہیں ہیں کہ ایک دوسرے کو دشمن سمجھیں۔ اب تک کسی نے بھی دوسرے کو نقصان پہنچانے کا کوئی اقدام نہیں کیا۔ ایک دوسرے پر براہ راست تنقید سے بھی احتراز کیا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ دونوں جانب سے تعلقات کی بہتری کے لیے بھی کوششیں جاری ہیں۔ البتہ اس واقعے کے بعد تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ کیوں کہ کسی اور ملک میں اس طرح کا اقدام اس ملک کی خود مختاری پر سوالیہ نشان کھڑا لگا دیتا ہے۔ البتہ اس واقعے سے امریکا کا اصل مقصد سعودیہ، خصوصاً محمد بن سلمان کو ہمیشہ کے لیے بلیک میل کرنا اور لگام ڈالنا ہے۔ امریکا، دیگر مغربی دنیا اور اسرائیل محمد بن سلمان کی حکمرانی پر خوش ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے کم وقت مغرب کی توقعات سے بھی بڑھ کر ایسے اقدامات کیے ہیں، جنہوں نے مغرب کو خوش کر دیا ہے۔

مغرب اور اسرائیل کو توقع ہے کہ آئندہ طویل عرصے تک محمد بن سلمان سعودی حکمران رہیں گے۔ اس لیے وہ سب کی توجہ کا مرکز بنے ہیں۔ ممکنہ طور پر سعودی حکومت سے مطالبہ کیا جائے گا کہ اصلاحات کے نام پر اور بھی ایسے اقدامات کرے جواب تک کر چکا ہے۔ سب سے اہم یہ ہے کہ امریکا اب سعودیہ سے مطالبہ کرے گا کہ خود بھی اسرائیل کو تسلیم کرلے اور دیگر ممالک سے بھی تسلیم کروالے۔ یہ سعودیہ اور ترکی پر منحصر ہے اگر وہ آپس کے چھوٹے اختلافات بھلا کر مسائل کے حل کے لیے ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے تو اغیار کی مداخلت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ آئندہ کے لیے بہتر تعلقات کے راستے بھی ہموار ہو جائیں گے۔ ورنہ دونوں کے درمیان اختلافات اور بھی بڑھیں گے۔ پورے خطے کی سطح پر امریکا، مغرب اور اسرائیل کے مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک اور بڑا دروازہ کھل جائے گا۔ جس کو بند کرنا ان دونوں ممالک اور خطے کے تمام ممالک کے بس سے باہر ہوگا۔

جنوب و مغرب میں دشمن کی سرکوبی

حبیب اللہ مجاہد

افغانستان کی جغرافیائی تقسیم میں جنوب میں قندھار اور مغرب میں وسیع اور اہم علاقے شامل ہیں۔ جو رقبے کے لحاظ سے نصف افغانستان کے برابر ہیں۔ زابل اور قندھار سے لے کر فراہ اور ہرات تک ہر صوبے کا رقبہ ملک کے دیگر چند چھوٹے صوبوں کے برابر ہے۔ ان صوبوں میں قندھار، ہلمند، فراہ اور ہرات جیسے تاریخی، سیاسی اور تزویراتی نقطہ نظر سے اہم علاقے شامل ہیں۔ عسکری نقطہ نگاہ سے بھی ان علاقوں کی اپنی اہمیت ہے۔ آپریشن الخندق کے سلسلے میں مجاہدین نے حالیہ مہینوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف صوبوں میں دشمن کے اہم فوجی کمانڈروں کو نشانہ بنایا ہے۔ دشمن کے خلاف ٹارگٹڈ آپریشن کا سلسلہ صوبہ ہلمند سے شروع ہوا۔ اشرف غنی کی جانب سے ہلمند کے لیے بھیجے گئے اہم کمانڈر عبد الجبار قہرمان کو لشکرگاہ شہر میں 17 اکتوبر کو انتخابی مہم کے دوران مجاہدین نے ریموٹ کنٹرول بم کے ذریعے نشانہ بنایا، جس میں وہ موقع پر ہلاک ہو گیا۔

عبد الجبار قہرمان کمیونسٹ دور کا تجربہ کار فوجی تھا۔ ہلمند میں دشمن کا سب سے اہم فوجی مہرہ تھا۔ اس نے چند سال پہلے ہلمند میں سنگوری ملیشیا کے نام سے نئے ماڈل لیویز اہل کاروں کی بنیاد رکھی۔ جس نے لشکرگاہ کے مضافات میں عام شہریوں کو بڑے پیمانے پر جانی اور مالی نقصان پہنچایا۔ جنگی تجربے کے علاوہ وہ ایک فعال پروپیگنڈا لاؤڈ اسپیکر کا کردار بھی ادا کر رہا تھا۔ جو ٹی وی چینلز کے ٹاک شوز اور اجتماعات میں مجاہدین کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ بلاشبہ اس کی ہلاکت دشمن کے لیے بڑا نقصان اور مجاہدین کے لیے اہم کامیابی ہے۔

عبد الجبار قہرمان کی ہلاکت کے دو دن بعد امارت اسلامیہ کے ایک رابطہ کار مجاہد ذبیح اللہ ابو دجانہ نے قندھار میں اعلیٰ فوجی اور سویلین حکام کو نشانہ بنایا۔ اس کارروائی میں قندھار کی پوری قیادت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ یہ حملہ تب کیا گیا، جب افغانستان میں قابض فوج کے اعلیٰ کمانڈر جنرل اسکاٹ میلر نے قندھار میں انتخابات سے قبل اعلیٰ سطحی اجلاس میں شرکت کی۔ اجلاس کے اختتام پر جب وہ نکلنے لگے تو گورنر کے محافظوں میں ایک رابطہ کار مجاہد ابو دجانہ نے ان پر اندھا دھند فائرنگ کر دی، جس کے نتیجے میں قندھار پولیس کے سربراہ جنرل عبد الرازق ہلاک ہو گیا۔ اس کے علاوہ قندھار کے قومی سلامتی ادارے کے سربراہ اور قندھار کے ایک سینئر جنرل بھی ہلاک ہوئے۔ قندھار کے گورنر ویسا توریالی اور قندھار میں قابض فوج کے کمانڈر جنرل جیفری زخمی ہو گئے۔ یوں اس کارروائی میں قندھار کے تمام ملکی اور غیر ملکی فوجیوں کو ہلاک یا زخمی کر کے صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ قندھار جیسے اہم صوبے کے تمام فوجی رہنماؤں کو ہلاک کرنا بلاشبہ الخندق آپریشن کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

قندھار واقعہ کے بعد 29 اکتوبر کو صوبہ ارزگان میں مجاہدین نے سفاک اور ظالم کمانڈر شجاعی کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا۔ ضلع خاص ارزگان میں گزشتہ چند سالوں سے شجاعی نے ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ حکیم شجاعی حزب وحدت کے سربراہ کریم خلیلی کے قریبی ساتھی ہیں۔ افغانستان میں ان کا شمار بھی اہم قاتلوں اور جنگی مجرمین میں ہوتا ہے۔ 2015 میں ہیومن رائٹس واچ نے بھی حکیم شجاعی کے جنگی جرائم کے حوالے سے ایک رپورٹ شائع کی تھی۔ مجاہدین کی کارروائی میں شجاعی کے نائب اور پانچ کمانڈروں سمیت درجنوں اہل کار ہلاک ہوئے، جب کہ شجاعی شدید زخمی ہوئے۔ ارزگان واقعہ کے دو دن بعد 31 اکتوبر کو صوبہ فراہ کے ضلع انار درہ کے مضافات میں کٹھ پتلی فوج کا ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا۔ اس میں فراہ کے اعلیٰ حکام سوار تھے۔ وہ سب ہلاک ہو گئے۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق ہیلی کاپٹر میں فراہ کی صوبائی کونسل کے سربراہ فرید بختور، رکن پارلیمنٹ جمیلہ امینی، 207 فوجی بیس کے جنرل نعمت اللہ خلیل، دو پائلٹوں سمیت 25 افراد ہلاک ہو گئے۔ فرید بختور فراہ میں دشمن کا سب سے اہم رہنما تھا۔ سیاسی اثر و رسوخ کے علاوہ عسکری معاملات میں بھی پیش پیش ہوتا تھا۔ وہ فوجی کارروائیوں میں بھی حصہ لیتا تھا۔

اس کی ہلاکت پر مشہور صحافی رزاق مامون نے لکھا کہ فرید بختور حقیقت میں فراہ کا جنرل رازق تھا، جو طالبان کے ساتھ دشمنی اور مخالفت میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کی ہلاکت سے فراہ میں حکومت کو اتنا نقصان ہوا، جتنا قندھار میں جنرل عبد الرازق کی ہلاکت سے ہوا تھا۔ فراہ واقعہ کے بعد میڈیا نے خبریں شائع کیں کہ فراہ میں اہم فوجی اور سیاسی رہنماؤں کی ہلاکت کے بعد طالبان کے حملوں میں مزید اضافہ ہوگا، جو ایک چیلنج ہے۔ طالبان نے چند ماہ قبل جب فراہ کے دارالحکومت پر حملہ کیا تو تمام فوجی کمانڈر اور فراہ کے گورنر فرار ہو گئے تھے۔ صرف فرید بختور نے آخر دم تک طالبان کا مقابلہ کیا تھا۔

مذکورہ اعلیٰ حکام قندھار، ہلمند، ارزگان اور فراہ میں دشمن کے اہم اور صف اول کے فوجی سمجھے جاتے تھے۔ وہ گزشتہ دس سالوں سے جنگ کے میدان میں صف اول کے رہنماؤں کا کردار ادا کر رہے تھے۔ وہ قابض فوج کی حمایت اور تعاون سے مجاہدین کے خلاف برسرپیکار تھے۔ ان اعلیٰ فوجی حکام کی ہلاکت سے قابض فوج بھی تجربہ کار اور آزمودہ ایجنٹوں سے محروم ہو گئی۔ مجاہدین کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور ہو گئیں۔ مجاہدین کو چاہیے وہ ملک کے دیگر علاقوں میں بھی یہ سلسلہ جاری رکھیں۔ ہر روز نچلی سطح کے درجنوں اہل کاروں کو نشانہ بنانے کے بجائے دشمن کے اہم فوجی کمانڈروں کو نشانہ بنانے پر زیادہ توجہ مرکوز رکھیں۔ ان کو نشانہ بنانے سے دشمن کے اہل کاروں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔

سیاسی دفتر میں نئے رہنماء

احمد مختار

امارت اسلامیہ نے سیاسی دفتر میں ان 5 طالبان رہنماؤں کو باضابطہ طور مقرر کر دیا ہے، جنہیں چار سال قبل ایک امریکی افسر برگڈال کے تبادلے میں گوانتانامو جیل سے رہا کیا گیا تھا۔ پانچ ذمہ دار افراد میں ہر دل عزیز ملا فاضل اخوند، ملا خیر اللہ اخوند، ملا عبدالحق وثیق، ملا نوراللہ نوری اور ملا محمد عمری شامل ہیں۔ یہ تقریباً 13 سال بدنام زمانہ جیل گوانتانومو میں غیر قانونی طور پر رہے۔ امریکی فوج نے انہیں جنیوا کنونشن اور تمام انسانی حقوق سے محروم رکھا تھا۔ تب کے امریکی وزیر دفاع ڈونلڈ رمزفیلڈ نے واضح طور پر کہا تھا کہ یہ لوگ غیر قانونی قیدی ہیں۔ ان کے ساتھ جنیوا کنونشن کے تحت سلوک نہیں کیا جائے گا۔ امریکا نے انہیں 12 سال تمام حقوق سے محروم رکھا۔ البتہ وہ اپنے مؤقف سے دستبردار ہوئے اور نہ ہی امریکی فوج کے خلاف جاری مزاحمت پر ان کی گرفتاری اور دیگر رہنماؤں کی شہادت کی وجہ سے کوئی اثر پڑا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ مزاحمت میں تیزی آئی۔ ہزاروں امریکی فوجی جدید ٹیکنالوجی اور مادی وسائل کی برتری کے باوجود ہلاک کر دیے گئے۔ ہزاروں زخمی اور نفسیاتی مریض بن گئے۔ برگڈال کو اپنے فوجی اڈے کے سامنے سے گرفتار کر کے چند سال تک محفوظ قید میں رکھا گیا۔

امریکا اور نیٹو کے مقابلے میں طالبان کی یہ کامیابی اس بات کا ثبوت ہے کہ امریکا کے خلاف افغان عوام کا مقابلہ عقیدے اور نظریے کی جنگ ہے۔ اس میں امریکا کو تمام تر وسائل اور غرور کے ساتھ سرنگوں ہونے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ اس نظریاتی جنگ کی بنیاد یہ ہے کہ اس میں روز بروز تیزی آ رہی ہے۔ قابض قوتوں کے خلاف مزاحمت پھیلتی جا رہی ہے۔ طالبان نے بہترین حکمت عملی اپناتے ہوئے قابض امریکا پر یہ ثابت کیا ہے کہ اس کے ساتھ اب وہ لوگ امارت کی نمائندگی کریں گے، جنہیں امریکا کم از کم قانونی قیدی قرار دینے کے لیے بھی تیار نہیں تھا۔

آج امریکا مجبور ہے کہ وہ انہی اشخاص کے ساتھ جہادی مزاحمت کے نمائندگان کی حیثیت سے مذاکرات کرے۔ افغانستان سے اپنے فوجیوں کی باعزت واپسی اور ناجائز قبضے کے خاتمے کے لے ان کے دلائل سنے۔ سیاسی دفتر کی تشکیل میں 5 عسکری رہنماؤں کے اضافے کے ساتھ مذکورہ دفتر کی وہ کمی بھی پوری ہوگئی، جو لوگ اعتراض کرتے تھے کہ سیاسی دفتر میں وہ عسکری حکام نہیں ہیں، جو عملی طور میدان جنگ میں امریکا کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ مذکورہ پانچ اشخاص نے طالبان دور میں وزارتِ دفاع، داخلہ اور قومی سلامتی کے اعلی حکام کے طور پر خدمات انجام دی ہیں۔ یہ عسکری تجربہ بھی رکھتے ہیں اور جہادی میدان کا بھی گہرا تجربہ رکھتے ہیں۔

اسی طرح فریق مخالف امریکی مذاکراتی ٹیم میں اکثر فوجی جرنیل اور اعلی فوجی حکام شامل ہوتے ہیں۔ دورانِ مذاکرات امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم کے حوصلے اور مورال کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہ مذاکرات کے دوران کس صورت حال سے دوچار ہوتے ہیں؟ اس لیے امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم میں سیاسی رہنماؤں کے ساتھ عسکری حکام کی موجودگی بھی لازمی تھی۔ تاکہ وہ سیاسی طرز مذاکرات کے ساتھ مخالف فریق پر عسکری رعب جمانے کی بھی کوشش کریں۔ علاوہ ازیں سیاسی دفتر کی تشکیل میں مذکورہ اشخاص کا انتخاب طالبان کے مذاکراتی عمل کی جدت کا اظہار کرتا ہے۔ طالبان نے مذاکرات کو مؤثر بنانے کے لیے اپنے سیاسی دفتر کے ڈھانچے میں مؤثر اور قابل اعتماد لوگوں کا اضافہ کیا ہے، جو طالبان کی صفوں میں ہر قسم کی فوجی، انتظامی اور سیاسی بصیرت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو مجاہدین نہایت احترام سے دیکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مجاہدین پر اثر و رسوخ رکھتا ہے۔

طالبان کی فتوحات

عبید تنویر

اللہ رب العزت کی خصوصی نصرت سے امریکا اور اس کی کٹھ پتلیوں کو ہر میدان میں مجاہدین کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کا سامنا ہے۔ عسکری میدان میں دوسری فتوحات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف قندھار کے ایک تاریخی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جہاں امارت اسلامیہ کے جانباز سپاہی ابودجانہ نے ایک حیران کن جہادی تکنیک کے ذریعے نیٹو اور اس کے آلہ کاروں کے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس کے بعد نیٹو کے کمانڈر اسکاٹ میلر اور کئی جرنیلوں سمیت جنرل عبدالرازق پر فائر کھول دیا۔ جس کے نتیجے میں بدنام زمانہ عبدالرازق، قندھار انٹیلی جنس چیف سمیت کئی امریکی جنرل واصل جہنم ہوئے۔ جب کہ اسکاٹ میلر چیختا چلاتا بھاگ نکلا۔

امریکی فوج کے اعلیٰ عہدے داروں کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک نوجوان کے حملے کی تاب نہ لاسکے تو باقی امریکی اور نام نہاد افغان جنرل اس قابل ہیں کہ افغان عوام کا مقابلہ کریں؟ افغانستان میں امریکی فوج کے سابقہ سربراہ جنرل نکولسن نے قندھار کے حملے پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے ٹوئٹر پر لکھا کہ اگر اسکاٹ میلر حملے کے وقت لیٹ کر اور بھاگ کر جان نہ بچاتے تو آج عبدالرازق اور میلر کا ماتم ایک ساتھ منایا جاتا۔

عسکری میدان میں شکست کے بعد امریکا 17 سالوں سے سیاسی میدان پر قابض تھا۔ افغان مسئلے بارے کسی ملک کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ اس مسئلے پر بات چیت کے لیے کسی کانفرنس کی میزبانی کرے۔ اگر اجازت مل بھی جاتی تو امارت اسلامیہ کے نمائندوں پر مختلف قسم کی پابندیاں لگا کر ان کی شرکت کے راستے مسدود کیے جاتے۔ امریکا کو معلوم تھا اگر طالبان کا کوئی نمائندہ کسی کانفرنس میں شریک ہوا تو وہ امریکا کے سترہ سالوں کے مظالم اور شکست کو دنیا کے سامنے واضح کر دے گا۔ جس سے امریکا کے منحوس کردار سے پوری دنیا واقف ہو جائے گی۔

امریکا نے جہاں ایک طرف میدان جنگ میں شکست کھائی ہے تو دوسری طرف اس کی فوجیں بھی حوصلہ ہار چکی ہیں۔ اس کی کٹھ پتلی فوج بھی بوکھلاہٹ کا شکار ہے۔ طالبان کے معمولی حملے کے خوف سے مقابلے کے بجائے اپنے مراکز سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ وہ طالبان کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت اور رحمت کی بدولت سیاسی میدان بھی امارت اسلامیہ کے اعلیٰ تعلیم یافتہ وفد کے ارکان نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ دنیا کے سامنے اپنا مؤقف، افغانستان میں اپنے زیر تسلط علاقے اور عوام میں اپنی مقبولیت کو واضح الفاظ میں دنیا کے سامنے بیان کیا۔ دوسری جانب دنیا کو یہ بھی بتایا کہ اگر امریکا افغانستان سے اپنی فوجیں جلد نہ نکالے تو اس کے منفی اثرات نہ صرف افغانستان، بلکہ دنیا کے دیگر ممالک پر بھی پڑ سکتے ہیں۔ داعش کی شکل میں دنیا کے ہر ملک کی آزادی اور خود مختاری کو چیلنج کیا جائے گا۔

ماسکو کانفرنس اور بیرونی میڈیا

عبدالواحد فقیر

واشنگٹن پوسٹ نے 9 نومبر کو اپنی ایک رپورٹ میں لکھا کہ ماسکو ایک بار پھر 'عظیم کھیل' میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ روسی وزیر خارجہ لاوروف نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ 'روس افغانستان کی سلامتی چاہتا ہے۔ جس میں آباد تمام اقوام مشترکہ طور خوش حال زندگی بسر کریں۔' ان کا مزید کہنا تھا کہ روس نے افغانستان سے متعلق ایک اہم کانفرنس کا انعقاد کیا ہے۔ روس یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ وہ افغانستان کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کرنا چاہتا ہے۔'

واشنگٹن پوسٹ نے مزید لکھا کہ یہ کانفرنس ماسکو کے ایک ہوٹل میں منعقد کی گئی، جو دوستانہ اور خوشگوار ماحول کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ جشن کا سماں تھا۔ اس میں طالبان کے نمائندے بھی مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ سبز چائے اور میزبان کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ طالبان نے اپنے بیان میں اعلان کیا کہ ان کے نمائندے اس اجلاس میں قیام امن کے لیے اپنے مطالبات پیش کریں گے۔ وہ افغانستان میں امریکی فوج کی موجودگی کی مخالفت کریں گے۔

اخبار نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ روس نے افغان تنازع کے دونوں فریقین اکٹھے کرنے کا کریڈیٹ لیا ہے۔ یہ روس کے لیے اہم کامیابی ہے۔ اس سے روس کو یہ موقع بھی ملا ہے کہ وہ دوبارہ عالمی سطح پر اپنا کردار واضح کرے گا۔ واشنگٹن پوسٹ کے مطابق طالبان نے حالیہ مہینوں میں امریکا، ترکی، سعودی عرب، ایران اور دیگر ممالک کے ساتھ مذاکرات کیے ہیں۔ تاہم عام طور پر ان ملاقاتوں کو خفیہ رکھا گیا ہے۔ 9 نومبر کو وال اسٹریٹ اخبار نے لکھا کہ ماسکو اس مشن میں کامیاب ہوا کہ افغانستان میں مفاہمتی کوششوں کو تیز کرنے کے لیے طالبان اور افغان حکومت کے نمائندوں اور دیگر ممالک کے سفارت کاروں کو ایک کانفرنس میں آمنے سامنے بٹھایا۔ اُس نے اس حوالے سے اپنی طاقت اور اثر ورسوخ کا مظاہرہ کیا، جو بلاشبہ روس کے لیے بڑی کامیابی ہے۔

ماسکو کانفرنس میں اگرچہ اہم کامیابیاں کسی فریق کو نہیں ملیں، تاہم اس بین الاقوامی کانفرنس میں طالبان کی شرکت ان کے لیے سفارت کاری کے حوالے سے بڑی کامیابی ہے۔ ایسی کانفرنسوں میں ان کی شرکت انہیں یہ مواقع فراہم کرے گی کہ وہ اپنا مؤقف دنیا کے سامنے براہ راست اور دوٹوک انداز میں پیش کر سکیں۔ ماسکو ٹائمز نے لکھا کہ افغانستان کے حوالے سے ماسکو نے واشنگٹن کو چیلنج دیا ہے۔ 9 نومبر کو ماسکو ٹائمز نے اپنی رپورٹ میں مزید لکھا کہ افغانستان سے متعلق کانفرنس کے انعقاد سے روس اور امریکا کے درمیان کشمکش بڑھنے کا امکان ہے۔ کیوں کہ حال ہی میں امریکا نے بھی افغانستان میں قیام امن کے لیے کوششوں کا آغاز کیا ہے۔

اخبار لکھتا ہے روس امریکی فوج کے انخلا کے حوالے سے طالبان کے ان مطالبات کی حمایت کرتا ہے۔ روس کے ایک سیاسی مبصر رسلان محمدوف کہتے ہیں کہ 'روس نے امریکا سے افغانستان کا ایجنڈا چوری کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ روس افغانستان کے معاملات میں اپنا کردار ادا کرنے سے غافل نہیں ہے۔ وہ افغانستان کی مصالحت کے لیے عملی اقدامات کر سکتا ہے۔'

افغان جنگ میں امریکی حالت

شہاب الدین

جب سوویت یونین کو افغانستان میں شکست ہوئی اور نائن الیون کا واقعہ رونما ہوا تو جنوبی ایشیا میں مختلف تبدیلیاں آئیں۔ افغانستان بھی سیاسی نقشے اور قدرتی وسائل کی وجہ سے نشانہ بنا۔ عراق، یمن اور شام میں بھی جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ امریکا افغانستان کی سیاسی اہمیت اور معدنی ذخائر کے لالچ میں یہاں آ بیٹھا۔ امریکا نے سوچا تھا کہ وہ سپر پاور ہے اور جدید فوجی طاقت کے بل بوتے چند ہفتوں میں افغانستان جیت لے گا۔ جس سے اُسے جنوبی ایشیا میں اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لیے راستہ مل جائے گا۔ وہ افغانستان کی اہم اسٹریٹیجک حیثیت سے فائدہ اٹھا کر دنیا پر اپنی بالادستی قائم کرے گا۔ افغانستان کے علاوہ خطے کے دیگر ممالک کے قدرتی وسائل اور ذخائر کو بھی زیرِ اثر لائے گا۔

اس نے افغانستان پر حملہ کر کے بڑی غلطی کی۔ ایک وقت تھا کہ انگریز اور روس نے بھی یہ خواب دیکھا تھا۔ وہ دونوں افغانستان کے پہاڑوں سے ٹکرا کر شکست سے دوچار ہوئے۔ روس کو بھاری جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کے 450 ہیلی کاپٹر اور دس ہزار فوجی گاڑیاں افغانستان میں تباہ ہوئیں۔ افغان عوام کو بھی بھاری جانی اور مالی نقصان ہوا۔ پندرہ لاکھ سے زائد لوگ شہید ہوئے۔ لاکھوں افراد زخمی اور معذور ہوئے۔ 45 لاکھ لوگ ہمسایہ ممالک کی طرف ہجرت پر مجبور ہوئے۔ جب کہ ملک میں ناخواندگی اور غربت کی شرح عروج پر پہنچ گئی۔

روسی حکام امریکا کے مقابلے میں اپنے ایجنٹوں کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ وہ اُن کے زیادہ وفادار تھے۔ امین اللہ حفیظ، ببرک کارمل اور ڈاکٹر نجیب اللہ کی حکومتوں کو فوجی اور فضائیہ کی مدد سے مضبوط اور مستحکم کیا گیا۔ عوامی افادیت کے حامل منصوبے شروع کیے گئے۔ امریکا نے اس کے برعکس اپنی کٹھ پتلی حکومت کو مضبوط اور مستحکم کیا اور نہ ہی ملک کی تعمیرِ نو کے لیے قابلِ ذکر اقدامات کیے۔ جب کہ ظلم، تشدد اور غیر قانونی سرگرمیوں میں بھی روسی فوج کو پیچھے چھوڑ دیا۔ امریکی سیاست دانوں اور عسکری ماہرین کو یہ خدشہ ہے کہ 17 سالوں میں 700 ارب ڈالر ضائع اور ہزاروں فوجی بھی ہلاک ہوئے، اس کے باوجود وہ فوجی لحاظ سے پیش رفت نہیں کر سکے۔ نہ ہی اس طویل جنگ کا کوئی مثبت نتیجہ حاصل ہوا ہے۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ افغانستان کی صورت حال بگڑ رہی ہے۔ امریکا کی سیاسی، اقتصادی اور سماجی حیثیت کو دھچکہ لگا ہے۔ جنگ اور سیاست دونوں میدانوں میں امریکا کو شکست کا سامنا ہے۔ افغان جنگ میں اتحادی بھی آہستہ آہستہ ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ اب امریکا کو یہ اندیشہ ہے اگر جنگ مزید طویل ہو گئی تو اسے ناقابلِ تلافی نقصان ہو گا۔

دوسری جانب خطے میں بھارت، پاکستان، ترکی اور عرب ممالک بھی اپنے مفادات کی تلاش میں ہیں۔ وہ امریکی اجارہ داری اور بالادستی سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اللہ کے فضل سے امریکا افغانستان میں ناکام رہا۔ اس کے منفی عزائم ناکام رہے۔ اگر افغانستان میں امریکا اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا تو فوری طور وسطی ایشیا پر توجہ مرکوز کرتا اور بحیرہ کیسپین میں تیل اور گیس کے وسائل پر پنجے جمانے کی کوشش کرتا۔ اللہ کا فضل ہے کہ افغان عوام کی شدید مزاحمت کے نتیجے میں اس کے تمام عزائم ناکام اور اندازے غلط ثابت ہوئے۔ وسطی ایشیا کے لیے اس کے منصوبے ناکارہ ہو گئے۔ جمہوریت کی آڑ میں خوشنما نعروں کے ذریعے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا منصوبہ بے نقاب ہو گیا۔

شام کی جنگ میں روس نے امریکا کی مخالفت کی۔ بھارت نے روس کے ساتھ اقتصادی منصوبے شروع کیے۔ یمن میں بھی اس کو ناکامی ہوئی۔ دوسری جانب ایران بھی امریکی معاشی دباؤ کے سامنے سر جھکانے سے انکاری ہے۔ امریکا کو یہ تمام نقصانات افغان جنگ کی وجہ سے اٹھانا پڑے ہیں۔ لہٰذا امریکا کو چاہیے وہ افغانستان میں جاری جنگ کی وجہ سے اپنے نقصانات کو مدِنظر رکھتے ہوئے انخلا کا اعلان کرے۔ اس اقدام سے نہ صرف افغانوں اور امریکیوں کی زندگیاں بچ سکتی ہیں، بلکہ امریکا کے انسانی اور اعلیٰ اقتصادی اخراجات کے نقصانات کی روک تھام بھی ہو سکتی ہے۔ افغانستان بھی آزاد ہو کر اپنی زندگی کی بہترین شروعات کر سکے گا۔ ہر روز نہتے شہریوں کی شہادت، ڈرون حملوں۔ الم ناک واقعات اور جنگ سے سب کو چھٹکارا مل جائے گا۔

انتخابات کا ڈرامہ

مولوی سیف اللہ

افغانستان میں دوروزہ انتخابات کے بعد اشرف غنی سمیت دیگر حکام نے انتخابات کو کامیاب قرار دیتے ہوئے کہا کہ عوام نے طالبان کو مسترد کر کے جمہوریت کو سپورٹ کیا ہے۔ ذیل میں اس رائے کا جائزہ لیتے ہیں کہ کس طرح عوام نے طالبان کو مسترد کر کے جمہوریت کو سپورٹ کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ افغانوں نے جمہوریت کو نہیں، بلکہ قوم و وطن، زبان و مذہب اور پیسے کو ووٹ دیا۔ جمہوریت استعمار کی چھتری تلے پل پھول رہی ہے۔ اس نے عوامی فکر کو اس حد تک محدود کر دیا ہے، جس سے اُن کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی بے کار ہو جاتی ہے۔ جب انسان کی فکر و نظر کا دائرہ محدود ہو جائے تو وہ اپنے ذہن سے سوچنا چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی عقل کا دائرہ نہایت محدود ہو جاتا ہے۔ مغرب اور امریکا نے افغانستان کے ساتھ یہی کچھ کیا ہے۔ افغانستان کے وہ عالی دماغ لوگ، جنہوں نے سوویت یونین کے منصوبوں کو بھی خاک میں ملا دیا۔ وہ نہایت اعلیٰ و ارفع مقاصد کے لیے سوچتے تھے۔ ان کے زاویہ ہائے فکر و نظر کو اتنا محدود کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مذہب، تہذیب و تمدن اور اپنے شان دار ماضی کے علاوہ یورپ کی ظاہری رنگینیوں پر جی جان سے فدا ہو رہے ہیں

ماضی میں افغانوں نے برصغیر کے مظلوم باشندوں کے دفاع کے لیے لشکر روانہ کیے تھے۔ گورگین کی ایک ٹیڑھی بات کو میرویس خان کی غیرت نے برداشت نہیں کیا دیکھتے ہی دیکھتے اُسے تہس نہس کر دیا۔ میکناٹن وزیر اکبر خان کا نام سن کر کانپتا تھا۔ اس دفعہ امریکا اور مغربی دنیا نے افغانوں کو اس حد تک دباؤ میں رکھا ہے کہ وہ بدترین غلامی میں رہتے ہوئے بھی احساس نہیں کر رہے کہ ان کی مثال اس چڑیا کی سی ہے۔ جو مکمل طور پر شکاری کے جال میں پھنس چکی ہو۔ اسے احساس تک نہ ہو اور وہ برابر آزادی کے نغمے گاتی ہو۔ وہ چاہتے ہیں کہ افغانستان میں بھی مغربی جمہوریت کا تجربہ کیا جائے۔ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ کیوں کہ افغانستان کے مخصوص حالات میں جمہوریت کا تجربہ ناکام ہی رہے گا۔ جب امریکا کے زیرِ اثر ملک میں بھی جمہوریت کا تجربہ ناکام ہو جائے تو یہ مغرب کے لیے سُبکی اور شرمندگی کا باعث ہے۔ ان کی کوشش ہے کہ ہمیں جمہوریت کے چھتری تلے قوم، مذہب، مسلک، زبان اور علاقوں کی بنیاد پر تقسیم کر کے ہمارے لیے ایسی مشکلات کھڑی کی جائیں، جن میں ہم دھنستے ہی رہیں۔ یہ استعمار اور جارح قوتوں کی وارداتی جمہوریت ہے۔ افغانستان میں اسی جمہوری طریقے پر انتخابات کرائے گئے۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ افغانوں نے طالبان کے مطالبے کے برعکس انتخابات میں بھرپور حصہ لیا۔ اس صورت حال میں ریاست نے عوام کے ساتھ کیا رویہ روا رکھا؟ وہ سب عوام نے دیکھ لیا ہے۔ الیکشن کمیشن نے اپنا فرض منصبی درست طریقے سے ادا کیا اور نہ ہی لوگوں کی رائے کو اہمیت دی۔ صرف مغرب اور امریکا کو میڈیا کے ذریعے بتایا گیا کہ افغانستان میں بھی جمہوری طریقے سے انتخابات کرائے گئے اور یہاں جلد از جلد پارلیمنٹ اپنا کام جاری کرے گی۔ اس تناظر میں افغانستان کے عوام کی رائے دہی کی غلط تصویر کشی کی گئی۔ پارلیمنٹ وہی لوگ بھیجے گئے، جو امریکا اور اس کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے نمک خوار تھے۔

انتخابات کے دوران افغانستان میں نسلی تبدیلی کے ایشو پر بھی غور کیا گیا۔ جارحیت کے آغاز سے امریکا اور اتحادی تبدیلی کے منصوبے پر کام کر رہے تھے۔ اسی لیے روسی دور کے مجاہدین کو ساتھ ملا کر انہیں بڑے بڑے عہدے اور مناصب دیے گئے۔ بعد ازاں انہیں ذلیل اور رسوا کر کے عہدوں سے برطرف کیا گیا۔ حالیہ انتخابات میں بھی اسی پالیسی پر کام کیا گیا، تاکہ ہر شعبے میں ان نوجوانوں کو جگہ دی جائے، جو افغان کلچر سے یکسر ناواقف ہوں۔ ان کا اسلام اور جہاد کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ ان کے لیے قومی و وطنی شعار بے معنی ہوں۔ وہ مغربی جمہوریت پر یقین رکھتے ہوں۔ اسی مقصد کے لیے مغربی سفارت کاروں کے حمایت یافتہ سابق دور کے مجاہدین کے بیٹوں کو پارلیمنٹ بھیجنے کے لیے راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر انتخابات کے نتائج بھی متنازع ہو سکتے ہیں۔ جس کے بعد افغان قوم میں مذہب، زبان علاقائی بنیادوں پر تقسیم در تقسیم کا عمل شروع ہوگا۔ جارح فوج تماشا دیکھتی رہے گی۔ افغانستان کے جیوپولیٹکس سے روس، چین اور دیگر ممالک سیاسی فائدہ اٹھا کر روزانہ کی بنیاد پر افغان حکومت کے قیام اور بقا کا احسان جتلا کر میڈیا پر اس کا اظہار کریں گے۔ حالانکہ وہ اپنی امداد سے کئی گنا زیادہ ہماری ہی معدنیات اور منشیات کے محصولات لے رہے ہیں۔

اب وہ وقت ہے کہ افغان عوام کو اسلامی عقیدے کی بنیاد پر اپنے مسائل کو اسلام کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اپنی نظر و فکر کا دائرہ بڑھا کر قومیت، مسلک، لسانیت اور علاقائیت سے اوپر اپنے مقاصد کے لیے سوچنا ہوگا۔

امریکی حملوں کی تحقیقات

محمد عابد

غلامی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے! اکیسویں صدی میں اتنی پستی اور غلامی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ بین الاقوامی بدمعاش قوتیں لوگوں کو دولت اور مفادات کے ذریعے اس حد تک بھی غلام رکھ سکتی ہیں کہ وہ زندگی بھر ان کے سامنے کلمہ حق تو کجا، ان کے خلاف سوچ بھی نہ سکیں! یہ وہ دور نہیں کہ کوئی بندہ اپنی معاشی ضرورت کے لیے اس حد تک پستی میں چلا جائے۔ خصوصاً جو خود کو بین الاقوامی سطح پر اقتصادی مسائل کے حل کے ماہر کے طور پر باور کراتا ہو۔ نکولسن کی واشنگٹن ناکام واپسی نے امریکا کو اس حد تک ذہنی دباؤ میں لے لیا ہے کہ جلد ہی دوسرے نمائندے کو بھیج دیا۔ تاکہ وہ ظلم و وحشت کے ذریعے افغانوں سے اس کا بدلہ چکائیں۔ یہی وجہ ہے جب سے اسکاٹ میلر آئے ہیں، حملوں کی شدت میں اضافہ ہوا ہے۔ اگر اسکاٹ میلر کو قندھار کا صدمہ نہ پہنچتا تو وہ افغانستان پر مزید بے رحم آپریشن کرتے۔ وہ اتنے بے رحم ہیں کہ حملوں کا بدلہ عام عوام سے لیتے ہیں

گزشتہ ماہ ننگرہار، لغمان، غزنی، میدان وردگ، پکتیکا، قندھار، قندوز، خوست اور پکتیا میں عام شہریوں کو نشانہ بنایا۔ اس میں اکثر بچے اور عورتیں شامل تھیں۔ کابل انتظامیہ نہایت ڈھٹائی سے ان حملوں کو اپنی طرف منسوب کرکے اسے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے طور پر پیش کرتی ہے۔ حکومتی نمائندے امریکی درندگی کی میڈیا پر وائرل ہونے والی ویڈیوز بارے اپنی بے بسی کا اظہار کرکے صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ جلد ہی حکومت کے نمائندے جائے وقوعہ پہنچ کر تحقیقات شروع کریں گے۔ اب تک ملک کے طول و عرض میں ہزاروں واقعات ہو چکے ہیں۔ ان واقعات پر درجنوں تحقیقاتی کمیشن بنائے گئے۔ نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تحقیقات کے نتائج کب منظر عام پر آئیں گے؟ اسے کوئی دیکھ بھی سکے گا یا نہیں!؟ پہلے تو یہ محض اعلانات تک ہی محدود ہوتے ہیں، تاکہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکی جاسکے۔ بالفرض تحقیقات کے نتیجے میں ذمہ داروں کی نشان دہی ہو بھی جائے تو ان حقیقی ذمہ داروں کو کبھی معزول نہیں کیا جاتا۔ یوں بھی کیا جاتا ہے کہ تحقیقات کے نتائج محدود پیمانے پر نشر کیے جاتے ہیں۔ اُس میں بھی کوشش ہوتی ہے کہ عام لوگوں کو اس سے بے خبر رکھا جائے۔ تاکہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ بجائے یہ کہ وہ اپنی بقا کے لیے افغان عوام کی ہمدردیاں سمیٹیں، وہ مزید آپریشنز میں مصروف ہیں۔ روزانہ کی بنیاد پر بچوں اور خواتین کو شہید کرتے ہیں۔ عوام پر شب خون مار کر ان کی عزتیں تار تار کرتے ہیں۔

وہ ایسا اس لیے بھی کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنی بقا کے لیے خوف کی فضا برقرار رکھیں۔ البتہ افغانوں کو کوئی بھی قوت جبر سے رام نہیں کر سکی۔ طالبان نے نرمی و درگزر کے ذریعے انہیں رام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے آج طالبان دن بہ دن فتوحات حاصل کر رہے ہیں۔ کٹھ پتلی حکومت میں مقابلے کی سکت ہی نہ رہی۔ اب افغانوں میں شعور اجاگر ہو رہا ہے۔ تحقیقاتی کمیشنز کے ذریعے ان کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونکا جاسکتا۔ ہمارا مشاہدہ ہے جارحیت کے اوائل میں جو لوگ طالبان کے خلاف سب سے زیادہ سرگرم تھے، اب ان کے جذبات بھی مدھم پڑ گئے ہیں۔ انہیں سمجھ آگیا ہے کہ جارحیت ہماری آزادی و حریت پر قدغن لگاتی ہے۔ اس لیے وہ کسی طرح برداشت نہیں کر رہے۔

قندھار کا قابلِ فخر کارنامہ

حفیظ اللہ عابد

امارت اسلامیہ کے جنوب مغربی حلقے کے فدائی بریگیڈ کے تربیت یافتہ رابطہ کار مجاہد نے قندھار کے گورنر ہاؤس میں اعلیٰ سطحی اجلاس کے بعد بڑی کارروائی کردی۔ اس کے نتیجے میں اہم افراد مارے گئے۔ اس کامیاب کارروائی میں صوبہ قندھار کے پولیس سربراہ جنرل عبدالرازق، خفیہ ادارے کے سربراہ جنرل عبدالمؤمن ہلاک، جب کہ قندھار کے گورنر زلمے ویسا، قندھار میں امریکی فوج کے کمانڈر جنرل جیفری سمیت دیگر اعلیٰ حکام زخمی ہوگئے۔ اس واقعے کے فوراً بعد اخبارات میں مختلف ردعمل آیا اور تبصرے شروع ہوگئے۔ جن میں کچھ حیران کن تبصرے بھی ہوئے۔ یہ تاثر دیا گیا کہ قندھار میں نہایت افسوس ناک واقعہ ہوا اور ایک محب وطن اور شہریوں کا ہمدرد شخص مارا گیا ہے۔

وہ قابض امریکی فوج کا سب سے بڑا ایجنٹ تھا۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کی رپورٹس کے مطابق اس نے قندھار شہر میں بہت سے لوگوں، طلباء، تاجروں اور دیگر شہریوں کو اغواء کے بعد قتل کیا تھا۔ وہ نجی جیلوں میں قیدیوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھانے میں شہرت رکھتا تھا۔ جنگی جرائم میں ملوث تھا۔ اسی وجہ سے وہ امریکی فوج کے بہت قریب تھا۔ وہ ہر قسم کی عدالتی سزا سے محفوظ تھا۔ کابل وزارت داخلہ کو سیکڑوں افراد نے درخواستیں دیں کہ ان کی جائیدادوں اور مالوں پر جنرل عبدالرازق نے زبردستی قبضہ کیا تھا۔ لہٰذا وہ انہیں واپس کی جائیں۔ چوں کہ امارت اسلامیہ حکمران اور ایک ذمہ دار حیثیت سے ملک اور شہریوں کے تحفظ کے لیے اقدامات کر رہی ہے۔ قندھار کے واقعے اور اس میں بڑے مجرموں کو سزا دینے کی ذمہ داری بڑے فخر کے ساتھ قبول کی گئی۔ کسی کو بھی غیر ذمہ دارانہ گفتگو کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہر ظالم کے خلاف اقدام کرنا اور مظلوم شہریوں کا بدلہ لینا امارت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔ اسی وجہ سے افغان عوام قابض قوتوں کے خلاف برسرپیکار مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔

اب امریکا افغانستان میں جنگ ہار چکا ہے۔ اس لیے وہ ہر قسم کے انسانیت سوز مظالم ڈھانے سے گریز نہیں کر رہا۔ حالیہ مہینوں میں افغان جنگ بلیک واٹر کو ٹھیکے پر دینے کا عندیہ بھی دیا گیا ہے۔ افغانستان پر ناجائز قبضہ برقرار رکھنے اور مظلوم شہریوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے کے لیے امریکا نے عبدالرازق اور عبدالجبار قہرمان جیسے بااعتماد ایجنٹوں کو پالا تھا۔ امارت اسلامیہ اس حوالے سے کبھی بھی خاموش نہیں رہے گی۔ مجاہدین نے 17 برس کے دوران قابض امریکی فوج کے خلاف جو معرکہ لڑا ہے، وہ دنیا کے سامنے ہے۔ اس کے ساتھ اس نے قابض امریکی فوج کے ایجنٹوں کے خلاف بھی گھیرا تنگ کر دیا گیا۔ بڑے مجرموں کو منطقی انجام تک پہنچایا جا رہا ہے۔ جن میں اروزگان کے مطیع اللہ، پکتیا کے عزیزاللہ کاروان اور قندھار کے عبدالرازق شامل ہیں۔ امارت اسلامیہ کی اس کارروائی سے امریکا کو شدید دھچکہ لگا ہے۔ کئی دن گزرنے کے بعد بھی وہ حواس باختہ ہے۔ وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ قندھار کا واقعہ غیر معمولی کامیابی ہے۔ اس کارروائی سے مجاہدین نے بھی ثابت کر دیا کہ مظلوم شہریوں کا بدلہ ضرور لیا جاتا ہے۔ بڑے مجرموں کو امریکی فوج کی گود میں بھی تحفظ نہیں ملے گا۔ جن ظالموں نے مظلوم اور نہتے شہریوں پر ظلم کیا تھا، وہ عبرت کا نشانہ بن کر رہیں گے۔

جنگی جرائم ستمبر 2018

سید سعید

رواں سال یکم ستمبر کو قابض اور اجرتی فوج نے مشرقی صوبے ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے گوزبہار میں چھاپے کے دوران 11 افراد شہید کر دیے۔ 3 ستمبر کو جارحیت پسندوں اور افغان فوج نے ننگرہار کے ضلع حصارک کے علاقے گاڑی میں چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی کے دوران خواتین اور بچوں سمیت 9 شہریوں کو شہید اور تین افراد کو زخمی کر دیا۔ اگلے دن قابض فوج نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے تنگی درہ کے علم خیل اور ورسک گاؤں پر چھاپہ مارا۔ تلاشی کے دوران گھروں کے دروازے توڑ دیے۔ قیمتی اشیاء لوٹ لی گئیں۔ گاڑیوں کو آگ لگادی گئی۔ ورسک اور علم خیل کے درمیان اہم پل کو بموں سے اڑا دیا اور 4 افراد کو حراست میں لے لیا گیا۔ جب کہ صوبہ غور کے ضلع ساغر کے قریب افغان فوج نے جامعہ دار العلوم عالیہ میں تمام دینی کتابیں اور سامان جلادیا۔

5 ستمبر کو افغان فوج نے صوبہ لغمان کے ضلع بادپش کے علاقے گرڈچ میں سرچ آپریشن کے دوران گیارہ افراد کو بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ جب کہ 9 ستمبر کو ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے ڈاگیان میں فوج کی گولہ باری میں گیارہ افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔ اسی طرح 11 ستمبر کو قابض اور اجرتی فوج نے ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے نکڑ خیل میں چھاپہ مارا۔ جس میں ایک شخص شہید ہوا۔ جب کہ اس علاقے میں ایک میڈیکل سینٹر کو آگ لگادی گئی اور اسکول کو بھی جزوی نقصان پہنچایا گیا۔

16 ستمبر کو صوبہ پکتیکا کے ضلع وژمی کے علاقے سید خیل میں لیویز اہل کاروں نے فائرنگ سے خواتین اور بچوں سمیت ایک خاندان کے 8 افراد شہید ہو گئے۔ اگلے دن ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے وڈیسار میں قابض اور افغان فوج کے چھاپے کے دوران 16 نہتے شہری شہید ہو گئے۔ جب کہ صوبہ فراہ کے ضلع سیب کوہ کے علاقے کین میں پولیس کی فائرنگ سے ایک شخص شہید ہو گیا۔ اسی طرح صوبہ ارزگان کے ضلع دہراود کے علاقے چتو میں جارحیت پسندوں اور افغان فوج نے چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی کے دوران قیمتی چیزیں لوٹ لی گئیں اور ایک شخص کو شہید کر دیا گیا۔ اسی دن قابض اور افغان فوج نے ارزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ کے قریب کوتوال کے علاقے میں چھاپہ مارا۔ جس میں چار افراد شہید ہوئے۔

18 ستمبر کو ارزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ کے علاقے ناوہ ابردی میں پولیس کی فائرنگ سے چھ طالبات شہید اور دو بچے زخمی ہو گئے۔ اگلے دن ننگرہار کے ضلع شیرزادو کے علاقے پٹلاو میں قابض اور اجرتی فوج نے چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی کے دوران دروازے توڑ دیے اور دس افراد کو شہید کر دیا گیا۔ جب کہ 20 ستمبر کو پکتیا کے ضلع چمکنیو کے علاقے نوزی پر قابض فوج نے بمباری کی۔ جس میں چار افراد شہید اور چودہ زخمی ہو گئے۔ اسی دن ننگرہار کے ضلع شیرزادو کے علاقے سرخ آب میں قابض اور اجرتی فوج کے چھاپے میں نو افراد شہید ہو گئے۔

22 ستمبر کو قندھار کے ضلع معروف کے علاقے اسحاق زئی میں قابض اور افغان فوج کے چھاپے کے دوران دو بزرگ شہری شہید اور متعدد افراد زخمی ہو گئے۔ اگلے دن فراہ کے ضلع خاک سفید کے مختلف علاقوں میں پولیس کی فائرنگ سے پانچ افراد شہید اور متعدد زخمی ہو گئے۔ اسی طرح 23 ستمبر کو قندھار کے ضلع میوند کے علاقے سرہ بغل اور کانٹینر بازار میں قابض اور اجرتی فوج نے فوجی آپریشن کے دوران دکانوں کو جلا دیا۔ اس کارروائی میں دس افراد شہید ہوئے۔ جب کہ دو شہداء کی لاشوں کو آگ لگادی گئی اور 21 افراد کو حراست میں لے لیا گیا۔

27 ستمبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع المار اور قیصار کے درمیان سقہ کوتل کے علاقے میں قابض فوج نے ایک مسافر گاڑی پر بمباری کی، جس میں سوار تمام افراد جھلس کر شہید ہو گئے۔ اگلے دن ہلمند کے ضلع نوزاد کے علاقے بزنوزاد میں قابض اور افغان فوج کے چھاپے کے دوران دس افراد شہید اور دو گھر تباہ ہو گئے۔ اسی طرح 30 ستمبر کو نیمروز کے ضلع دلآرام کے بازار میں پولیس کی فائرنگ سے دو خواتین شہید ہو گئیں۔

ذرائع: 'بی بی سی۔ آزادی ریڈیو۔ افغان اسلامک پریس۔ پژواک۔ خبریال۔ لراو بر۔ نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس'

افغانستان نومبر 2018 میں

احمد فارسی

نومبر میں مجاہدین کی کارروائیاں شدت کے ساتھ جاری رہیں۔ ان کارروائیوں میں مجاہدین نے کئی اہم کامیابیاں حاصل کیں۔ دشمن نے اس ماہ اپنی شکست کا اعتراف کیا۔ مجاہدین نے عسکری فتوحات کے علاوہ سیاسی فتح بھی حاصل کی۔ ان واقعات اور دیگر اہم پیش رفت کی تفصیلات ذیل میں پڑھ سکتے ہیں:

قابض فوجیوں کی ہلاکت:

3 نومبر کو کابل کے ایک تعلیمی ادارے میں ایک رابطہ کار مجاہدین نے امریکی فوجیوں پر حملہ کیا۔ اس میں متعدد اہل کار ہلاک ہوگئے۔ جارحیت پسندوں نے بھی اس حملے میں ان کے ایک افسر کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ 14 نومبر کو مجاہدین نے صوبہ اروزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ میں ایک غیر ملکی فوجی کو ہلاک کر دیا۔ 25 نومبر کو صوبہ ہلمند کے دارالحکومت میں مجاہدین کے حملے میں ایک امریکی فوجی ہلاک ہوا۔ 27 نومبر کو صوبہ غزنی میں امریکی فوج کے قافلے پر زوردار دھماکہ ہوا۔ اس کے نتیجے میں 4 فوجی موقع پر ہلاک اور 3 زخمی ہوگئے۔ دشمن نے اس ماہ 6 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ جو 2018 میں غیر ملکی جانی نقصان کا سب سے بڑا اعتراف تھا۔ 2018 میں دشمن کے اعتراف کے مطابق ہلاک ہونے والے قابض فوجیوں کی تعداد 17 تک پہنچ گئی۔ 17 سالہ جنگ میں دشمن کے اعتراف کے مطابق ہلاک ہونے والے غیر ملکی فوجوں کی تعداد 3557 تک پہنچ گئی۔ تاہم حقیقی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔

ملکی دشمن کی ہلاکتیں:

3 نومبر کو صوبہ بدخشاں میں ایک کمانڈر اپنے 20 اہل کاروں سمیت ہلاک ہو گیا۔ 6 نومبر کو مجاہدین نے قومی سلامتی کونسل کے 4 اہل کاروں کو صوبہ پروان میں گرفتار کیا تھا۔ وہ شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق قتل کر دیے گئے۔ 10 نومبر کو صوبہ ہرات کے ضلع کوہستان کا گورنر ایک دھماکے میں ہلاک ہو گیا۔ 17 نومبر کو صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک کا گورنر مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ 20 نومبر کو قندھار شہر میں ایک کمانڈر مارا گیا۔ یہ ان واقعات کی چند مثالیں ہیں، جو ماہ نومبر میں رونما ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ سیکڑوں حملوں میں دشمن کے سیکڑوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

دشمن کے مالی نقصانات:

مجاہدین کی فتوحات اور دشمن کے فوجی اڈوں اور چوکیوں پر حملوں میں دشمن کا مالی نقصانات ایک اندازے کے مطابق 100 ملین ڈالر سے زیادہ ہے۔ یہاں صرف دو واقعات کا تذکرہ کریں گے۔ ان میں دشمن کو بڑے پیمانے پر نقصان ہوا تھا۔ 24 نومبر کو قندھار کے ضلع معروف میں مجاہدین نے دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ 30 نومبر کو کابل کے ضلع سروبی میں ایک اور ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ اس میں سوار تمام اہل کار ہلاک ہوگئے۔

افغان فوج کی امارت میں شمولیت:

کابل انتظامیہ کی اجرتی فوج کے کئی اہل کار مجاہدین کے ساتھ مل گئے۔ اس بارے تفصیل امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کی ماہانہ رپورٹ میں ملاحظہ کیجیے۔ یہاں صرف چند واقعات کا تذکرہ کریں گے۔ 10 نومبر کو صوبہ فراہ کے ضلع خاک سفید کے گورنر نے اپنے متعدد اہل کاروں سمیت مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونے کا اعلان کیا۔ اسی روز دعوت وارشاد کمیشن نے رپورٹ شائع کی کہ اکتوبر میں دشمن کے ایک ہزار سے زائد اہل کاروں نے ہتھیار ڈال کر امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کی ہے۔ 18 نومبر کو صوبہ فراہ میں ایک کمانڈر متعدد ساتھیوں سمیت سرنڈر ہو گیا۔

فوج شہریوں کی قاتل:

جنگ کے میدان میں شکست کے بعد دشمن نے عام شہریوں کو نشانہ بنانے کا سفاکانہ سلسلہ تیز کر دیا ہے۔ 3 نومبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ میں قابض اور اجرتی فوج کی مشترکہ کارروائی میں 6 شہری شہید ہوئے۔ 6 نومبر کو پکتیا کے ضلع گیان میں دشمن کی مشترکہ کارروائی میں 21 شہری شہید ہوئے۔ ان میں خواتین اور

بچے بھی شامل تھے۔ 10 نومبر کو امریکی ڈرون طیارے نے ضلع زازی اریوب میں ایک گھر پر حملہ کیا۔ جس میں 5 شہری شہید ہو گئے۔ 18 نومبر کو میدان وردگ کے ضلع جلریز میں افغان فوج نے شادی کی تقریب پر حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں دلہن سمیت 12 افراد شہید ہو گئے۔ 20 نومبر کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ صوبہ غزنی کے ضلع جاغوری میں افغان فوج نے 12 سو خاندانوں کو اپنا علاقہ چھوڑنے پر مجبور کیا ہے۔ 21 نومبر کو صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغی میں دشمن کی مشترکہ کارروائی میں خواتین اور بچوں سمیت متعدد افراد شہید ہو گئے۔ ان دل خراش واقعات کی مزید تفصیل امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ میں شہری ہلاکتوں کی رپورٹ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

الخندق آپریشن:

نومبر میں مجاہدین نے الخندق آپریشن کے سلسلے میں صوبہ فاریاب کے ضلع شیرین تگاب اور دولت آباد کے درمیان پولیس کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کیا۔ اس میں دشمن کا ہیڈ کوارٹر فتح اور اس میں 17 پولیس اہل کاروں کو حراست میں لے لیا گیا۔ 4 نومبر کو صوبہ ارزگان کی صوبائی کونسل کے ارکان نے کہا کہ طالبان نے ضلع دہراود میں دو بڑے فوجی اڈوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ 5 نومبر کو مجاہدین نے غزنی کے ضلع خوگیانو کو فتح کرنے کا اعلان کیا۔ یہ ضلع مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں ہے۔ اس ضلع کا عارضی مرکز صوبائی دارالحکومت میں قائم کیا گیا ہے۔ مجاہدین نے وہ بھی فتح کر لیا ہے۔ 6 نومبر کو صوبہ بلخ کے ضلع دولت آباد میں کارروائی کے نتیجے میں فوج پسپا ہو گئی۔ اس علاقے پر مجاہدین کنٹرول ہے۔ اسی روز صوبہ فراہ کے حکام نے اعتراف کیا کہ پولیس کے ہیڈ کوارٹر پر طالبان نے قبضہ کر لیا ہے اور 20 پولیس اہل کار ہلاک ہوئے ہیں۔ مجاہدین نے کہا کہ اس کارروائی میں دشمن کے 29 اہل کاروں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ 7 نومبر کو مجاہدین نے صوبہ غزنی کے ضلع جاغوری میں آپریشن کیا۔ اس میں وسیع علاقے مجاہدین کے کنٹرول میں آ گئے۔ 20 کمانڈوز ہلاک ہوئے۔

11 نومبر کو صوبہ بغلان کے ضلع بورکہ میں مجاہدین نے دشمن کا ایک فوجی اڈہ فتح کر لیا۔ 12 نومبر کو صوبہ غزنی کے ضلع مالستان فتح کرنے کا اعلان کیا۔ غزنی میں فتوحات کے سلسلے میں 14 نومبر کو دارالحکومت میں ایک اہم علاقے پر مجاہدین نے سفید پرچم لہرادیا۔ دوسری جانب مجاہدین نے خبر شائع کی کہ صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود میں ایک اہم فوجی بیس پر حملہ کیا گیا تھا۔ بیس معمولی مزاحمت کے بعد فتح ہو گئی۔ وہاں سے بھاری مقدار میں اسلحہ بھی غنیمت میں ملا۔ 28 نومبر کو مجاہدین نے کابل میں قابض فوج کے ایک مرکز گورگا پر حملہ کیا۔ اس میں متعدد غیر ملکی قابض فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

شکست کا اعتراف:

حقیقت یہ ہے کہ جب امریکی حملہ آوروں نے یہ بات سمجھ لی کہ افغان جنگ کا فوجی حل نہیں ہے تو انہوں نے امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کا آغاز کیا۔ سیاسی اور فوجی ماہرین، امریکی کالم نگار، میڈیا اور کچھ امریکی حکام کبھی کبھار حقائق تسلیم کرتے ہیں اور اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں یکم نومبر کو افغانستان میں امریکی فوج کے کمانڈر اسکاٹ میلر نے کہا کہ افغان جنگ کا فوجی حل ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا یہ مسئلہ مذاکرات کے ذریعے حل کرنا چاہیے۔ اسی روز سیگار نے بھی اعلان کیا کہ افغان فوج کو فوجی تربیت دینے اور اربوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں امریکی حکام ناکام رہے ہیں۔ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افغانستان کے نصف سے زائد رقبے پر طالبان کا کنٹرول ہے۔

نیٹو کے سیکرٹری جنرل نے افغانستان کا اچانک دورہ کیا اور 7 نومبر کو کابل میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان کے مسائل مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کے خواہاں ہیں۔ 15 نومبر کو پینٹاگون کے سابق ڈپٹی نے امریکی حکومت کو مشورہ دیا کہ ویتنام جنگ کی طرح جب طیاروں کے ذریعے راہ فرار اختیار کریں گے اور ہمارے ہزاروں فوجی ہلاک ہو جائیں گے، اس سے بہتر ہے کہ ابھی افغانستان سے انخلا پر غور کریں۔ 5 نومبر کو فاریاب کے گورنر نے تسلیم کیا کہ اس صوبے کے 70 فیصد سے زائد حصے پر طالبان کا کنٹرول ہے۔

شرمناک انتخابات:

جعلی انتخابات کے انعقاد کا ڈیڑھ مہینہ گزر گیا ہے۔ ابھی تک انتخابات کے نتائج کا اعلان نہیں کیا گیا۔ 5 نومبر کو پارلیمنٹ ارکان نے کہا کہ الیکشن کمیشن نے نامزد امیدواروں سے کامیابی کا نوٹیفکیشن جاری کرنے کے لیے ہر امیدوار سے 4 ہزار امریکی ڈالر کا مطالبہ کیا ہے۔

کابل انتظامیہ اور اختلافات:

8 نومبر کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ کابل انتظامیہ کے درمیان اختلافات شدت اختیار کر گئے ہیں۔ 9 نومبر کو سلامتی کونسل کے ایک رکن اکرم آزاد نے اپنے عہدے سے استعفی دے دیا۔ 10 نومبر کو صوبہ میدان وردگ کے گورنر نے بھی استعفی دے دیا۔ 11 نومبر کو ہرات کے گورنر نے استعفی دے دیا۔ 20 نومبر کو کابل میں صوبائی الیکشن کمیشنر نے بدعنوانی کے باعث استعفی دے دیا۔ 27 نومبر کو نیشنل ڈیپارٹمنٹ آف سکیورٹی کے ڈائریکٹر نے خبردار کیا کہ اگر بااثر شخصیات پر قانون لاگو نہیں کیا گیا تو وہ اپنے عہدے سے استعفی دے دیں گے۔

ماسکو اجلاس:

9 نومبر کو ماسکو میں افغانستان بارے ایک کانفرنس ہوئی۔ اس میں امریکا نے شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ کابل انتظامیہ نے بھی امریکا کی تابعداری کی۔ جب امریکا کے ایک نچلی سطح کے وفد نے شرکت کی تو کابل انتظامیہ نے بھی امن کونسل کے چند ارکان کو بھیجنے کا اعلان کیا۔ دوسری جانب طالبان کے سیاسی دفتر کے وفد نے کانفرنس میں شرکت کی اور دنیا کے سامنے افغانستان کی موجودہ صورت حال بارے اپنا مؤقف پیش کیا۔ کانفرنس کے شرکاء نے امارت اسلامیہ کے مطالبات کا خیر مقدم کیا۔ امارت اسلامیہ کے وفد کی شرکت کو سراہا۔ سیاسی تجزیہ کاروں نے اس کانفرنس میں طالبان نمائندوں کی شرکت کو بڑی کامیابی قرار دیا۔

ماہ صفر میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	92		0	3	148	106	44	6	10	
-2	ہلمند	166		2		190	172	35	11	9	
-3	زابل	78		0		147	53	28	4	8	
-4	روزگان	29		0		90	14	9	1	5	
-5	فراہ	70		7		172	86	38	16	25	
-6	غور	36				52	29	5	5	4	
-7	ہرات	59		1	2	66	54	16	2	3	
-8	نیمروز	19				22	22	8	0	0	1
-9	بادغیس	26				37	31	3	2	8	
-10	فاریاب	26		0	2	54	52	7	6	12	
-11	کونڑ	22		0		5	12	0	0	0	
-12	ننگرہار	31		0		38	19	6	3	1	
-13	لغمان	32		0		28	28	6	0	0	
-14	نورستان	13		0		5	12	0	0	0	
-15	کابل	41		1	1	9	22	11	0	0	
-16	میدان وردگ	35	2	0		125	20	20	4	3	2
-17	غزنی	64		0		255	107	50	1	0	
-18	خوست	29		0		34	25	1	0	0	
-19	لوگر	44		0		56	30	12	0	0	
-20	کاپیسا	31		0		51	28	6	1	0	
-21	پروان	18	1	6	4	1	3	3	1	0	1
-22	پکتیا	35		0		45	24	6	0	0	
-23	پکتیکا	44		0		51	45	12	0	0	
-24	قندوز	46		0		112	50	9	1	0	
-25	بغلان	36		0		30	12	7	0	0	
-26	تخار	10		0		66	63	1	1	2	
-27	سمنگان	11		0		41	9	4	1	5	
-28	بدخشان	25		0		55	17	0	5	4	
-29	بامیان	3		0		0	2	4	0	0	
-30	بلخ	33		0		66	54	7	0	0	
-31	جوزجان	5		0		13	21	4	0	0	
-32	دائی کنڈی	5		0		21	0	0	0	0	
-33	سرپل	17		0		21	22	3	0	0	
-34	پنجشیر										
مجموعہ		1231	3	17	12	2106	1244	365	71	99	4

غنائم
نیمروزکې جهادي بهیر او بیارغونه، ډېر ژر له الامارة جهادي ستوډیو څخه..
Jihadic process in Nimroz and Rehabilitation

غنائم

SHARIAT
Monthly Islamic Magazine
7th Year November 2018

زیرِ نظر تصویر افغانستان کی وہ حقیقت ہے،
جس کے سامنے آنے پر امریکا اور اس کے
کٹھ پتلی حکومت پر سکتہ طاری ہے۔